بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اعلان

اس کتاب کو صاحب ذوق حضرات مصنف سے اجازت لے کر چھپوا سکتے ہیں لیکن بغیر اجازت طبع نہ فرمائیں

جاءالحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔

تاریخ کا روشن پہلو

خلافتِ

رشید ابنِ رشید

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قرآن، حدیث، صحابہ کرام کے مسلک اور تاریخ کی روشنی میں

وصلی اللہ امیر المومنین (یزید رض) واحسن الجزاء

(ارشاد گرامی سیدنا علی رح زین العابدین)

بغرض مطالعہ، محبان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

مولف و ناشر

ابو یزید محمد دین بٹ

آئرن مرچنٹ، چوک شہید گنج۔ لنڈا بازار لاہور پاکستان

بارگاہِ امیرِ شام رضؓ میں"

سید ابو معاویہ گیلانی

تیرے فضل و منقبت کے معترف جنّ و بشر — تیری دانش کا ہے شاہد خود یہ چرخِ نیلی فام
علم و حکمت، عدل و تقویٰ، تیری فطرۃ اور شعار — دھوم ہے تیری عرب میں اور عجم میں تیرا نام
لاکھ کسریٰ اور فلاطون تیری جوتی پر نثار — لاکھ ذوالقرنین اور لقمان ہیں تیرے غلام
ہادی و مہدی اُمتہ، کاتبِ وحی مُبین — معتمد شیخین رضؓ کا اور مستقل نجم امام رضؓ
حیب علی رضؓ جیسے صحابی رضؓ پر ہوئے نہ جمع لوگ — پھر بھلا ان کے پسر کو کیوں بناتے سب امام؟
تو نے بیشک دی زمامِ کار در دستِ یزید رحؒ — یہ عمل نہ کفر تھا نہ فسق و مکروہ و حرام
حد سے حد تھا ترکِ افضل اخذ مفضول پسر: — خود ہیں ظالم اور فاسق جو کریں تجھ پر ملام
باقی تقلید عمر رضؓ، تو خود علی رضؓ نہ کر سکے — وقتِ رخصت تھے خلافت سے حسن رضؓ کب بے مرام
تو خوارج کی ضلالت اور قیادت سے خبیر — اور سبائیہ کی سازش کو کچلنا تیرا کام

سارٰی دنیا کے ولی ہوں اک طرف تو اک طرف؟
تو صحابی رضؓ! اور صحابہ رضؓ میں بھی ہے فرخندہ نام

بحوالہ اخبار تنظیم اہلِ سُنت امیر معاویہ رضؓ نمبر دسمبر ۶۴ء اندرون شیرانوالا گیٹ لاہور

ندائے حق

پیامِ مشرق لاہور دسمبر ۶۴ء میں آغائے کاشغری کی ایک نظم زیرِ عنوان "شہیدِ تیغِ ابن سبا" شائع ہوئی تھی، جسے معمولی ترمیم و تصرف کے بعد ایڈیٹر پیامِ مشرق جناب مولانا حافظ طالبِ حق صاحب کی اجازت سے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے ۔ ابو یزید بٹ۔

ابن علی رضؓ کو حد سے بڑھایا نہ جائے گا — انسان کو خدا تو بنایا نہ جائے گا۔
کتنا بلند کیوں نہ ہو غیر نبی مگر — پھر بھی نبی صؐ سے اس کو ملایا نہ جائے گا
بنیادِ لا الٰہ تو ہوتا ہے خود رسول صؐ — نانے کی جا نواسہ بٹھایا نہ جائے گا
اک فرد حق پسند ہو امت ہو کفر کوش — یہ کلمۂ نفاق پڑھایا نہ جائے گا
اصحاب رضؓ فسق کیش ہوں معصوم ہوں حسین رضؓ — یہ زہر اہل حق سے تو کھایا نہ جائے گا
حسین رضؓ کے اس فعل پر ناراض تھے اصحاب رضؓ — تفرقی کو تو دین بنایا نہ جائے گا
اجماع ہوا اصحاب رضؓ کا خلافت یزید رحؒ پر — اب کلمۂ اختلاف اپنایا نہ جائے گا
امیر و امام تھے وہ اصحاب رضؓ رسول صؐ کے — رحمت کا یہ نشان مٹایا نہ جائے گا
سالارِ فوجِ مغفور لہم کا مرتبہ — کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا
محبوب اہلِ بیت ہیں ابنِ معاویہ رضؓ — پرچم کسی سے ان کا گرایا نہ جائے گا
ابن سبا کی نسل بھی سُن لے یہ واشگاف — نامِ یزید رحؒ ان سے مٹایا نہ جائے گا
بندش زباں پہ ہو کہ پہرے قلم پہ ہوں — جوشِ جہادِ حق دبایا نہ جائے گا

"نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہنے کا جواز

یہ حق ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت حق پر لبیک کہہ کر ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خطاب فرمایا ہے کہ "یہ لوگ مجھ پر ایمان لا کر میرے رب ہونے پر خوش ہوئے، اس لئے میں بھی ان پر خوش اور راضی ہوں"۔ (قرآن کریم) اس فرمانِ خداوندی کے مطابق ہم مسلمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ امیر المومنین یزیدؓ چونکہ تابعین میں سے ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ بعض دوست آپ کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہنے پر اعتراض کریں۔ لیکن ذیل کے دلائل کی روشنی میں صحابہ کرامؓ کے بعد امیر المومنین یزیدؓ کی ذات اس کی بہت ہی زیادہ مستحق ہے کہ آپ کو رضی اللہ تعالیٰ کہا اور لکھا جائے (اول) صحابہ کرامؓ نے امیر یزیدؓ کو اپنا امیر و امام منتخب فرما کر ان کی امامت میں مناسک حج اور نمازیں ادا فرمائیں۔ انکی قیادت میں اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیئے۔ اور ان کو امیر المومنین کے خطاب سے یاد کیا۔ اس لئے صحابہ کرامؓ کی شان و بزرگی کے پیش نظر اور ان بزرگوں کے مرتبے و عزت کی خاطر ان کے امیر اور امام کو "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کہنا از حد لازمی ہے، ورنہ ان بزرگوں کی شان میں گستاخی ہوگی۔

(دوم) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ہی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے، مسکرا مسکرا کر اور راضی ہو کر خوش قسمت لوگوں کیلئے اس بشارت کا اعلان فرمایا کہ "میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر جہاد کرے گی وہ مغفور ہے"۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے پیش نظر کہ میرا نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا" اگر اس مغفور فوج کے ہر فرد کے نام کے ساتھ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ، لکھا جائے تو یہ صحیح اور درست ہے تو پھر اس مغفور فوج کے جرنیل کو کیوں نہ رضی اللہ کہا اور لکھا جائے

(سوم) جب کہ اللہ تعالیٰ نے بھی جہاد کرنے والوں پر اپنی خوشی کا اس طرح اعلان فرمایا۔ کہ جو کوئی لڑے اللہ کے راستہ میں پس مارا جائے یا غالب آوے، پس دیں گے ہم اس کو ثواب بہت زیادہ"۔ (آیت ۷۴ نساء)

بزرگی دی اللہ نے جہاد کرنے والوں کو اوپر بیٹھ رہنے والوں کے اور ثواب بہت زیادہ اپنی طرف سے درجات (اور) بخشش اور ہے اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان" آیت ۹۵ نساء)

"اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صف باندھ کر گویا کہ وہ عمارت ہے سیسہ پلائی ہوئی"۔ (آیت ۴ صف)

جو لوگ ایمان لائے ساتھ رسولؐ کے اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہیں بھلائیاں اور یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے"۔ (آیت ۸۸ توبہ) قرآن کریم کی ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو کر اس کے دشمنوں سے لڑے چاہے وہ شہادت پر فائز ہوں یا اللہ تعالیٰ انہیں کامیاب واپس کرے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ ان پر راضی اور آئندہ زندگی میں ان کے ساتھ نہایت ہی اچھے وعدے فرماتا ہے، اور پھر جب اس حقیقت پر تمام محدثین اور اہل حق متفق ہیں، کہ امیر المومنین یزیدؓ نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تو پھر ان آیات اور آنحضورؐ کی بشارت مغفور لہم کے پیش نظر کیوں نہ صحابہ کرامؓ کے امیر کو "رضی اللہ عنہ" کہا اور لکھا جائے۔ ہاں یہ بات ان لوگوں کے مسلک کے سراسر خلاف ہے۔ جو حقیقت کو جھٹلا کر صحابہ کرامؓ اور ان کے امیر پر دشنام طرازی کرنا ہی دین کی خدمت جانتے ہیں۔

التماس

اہل حق قارئین سے مخلصانہ التماس ہے کہ بندہ کے پیش کردہ دلائل جو قرآن و سنت اور صحابہ کرام رضؓ کے صحیح مسلک کے عین مطابق ہیں، کا مطالعہ کرنے کے بعد اس کتاب کو دوسرے بھائیوں کے مطالعہ کے لئے وقف کر کے اس تبلیغ میں حصّہ لیں اور بندہ کو اپنی نیک آراء سے آگاہ فرمادیں، ساتھ ہی اللہ تعالےٰ کے اس حکم "اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو" (سورۃ توبہ) کے پیش نظر ہر اہل ایمان کا فرض ہے کہ وہ حق بات کی حمایت کرے۔ اس لئے آپ بھی فرض سے سبکدوش ہونے اور سبائیوں کے جھوٹے اور گمراہ کن پروپیگنڈے کو بے نقاب کرنے کے لئے اس پیغام حق کو ہر مسلمان تک پہنچا کر صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کے تمام ذرائع بند کرنے کی کوشش فرمائیں۔

احقر العباد:۔ ابو یزید بٹ

مولانا ملک عبدالعزیز صاحب ملتان		مولانا پیر بہاؤالحق صاحب لاہور
مولانا مفتی عبدالحمید صاحب الدھیانوی		مولانا خیر محمد صاحب ملتان
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کراچی		آخری اپیل
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھا		

فہرست

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبالؒ اور واقعہ کربلا		شیعہ مولف بھی ابو مخنف کو جھوٹا کہتے ہیں
	نذرِ عقیدت		سبائی شیعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں
	حرف اول		سیدنا علیؓ اور حسنینؓ بھی کوفیوں سے نالاں تھے
	چیلنج		کند ہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز
	باب اول		باب دوم ۔ خلافت بنی امیہ
	قرآن و سنت کی روشنی میں ایک مسلمان کے فرائض		سیدنا معاویہ رضؓ کا مقام عالی
	آل محمد کون ہیں		سرور کائناتؐ کی دعاؤں کا نتیجہ
	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان		آنحضور صلعم کو خلافت معاویہؓ کا علم تھا
	ایک سوال		دونوں باتوں میں سے ایک لازماً غلط ہے
	ابن خلدون کی حق بیانی		مولانا احمد رضا صاحب سیدنا معاویہؓ کے مداح تھے
	واقعہ کربلا کے راوی (نظم)		مولانا دیدار علی صاحب اور شان معاویہ رضؓ
	کوفیوں کے اکابر اور ان کی حرکتیں		آنحضورؐ نے جبرائیل کے مشورہ سے آپکو کاتب بنایا
	ابو مخنف شیعہ تھا		امیر یزیدؓ کی نیکوکاری اور صحابہ کرام رضؓ
	حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں ابو مخنف جھوٹا ہے		سیدنا معاویہ رضؓ کا کوئی بھی مخالف نہ تھا
	ابن حبانؒ بھی تعید کرتے ہیں		امیر یزیدؒ اکابر اسلام کے رشتہ دار تھے
	طبری شیعہ تھا		دوسرا امیدوار خلافت کیوں نہ کھڑا ہوا

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
	خلیفہ وقت اور ہونے والے خلیفہ کا انتخاب		شیعوں نے فرضی امامت بھی وراثت بنا ڈالی
	امیر یزیدؓ کا انتخاب کہاں اور کیسے ہوا		کیا ولیعہدی پر قوم میں خانہ جنگی یا بغاوت ہوئی
	آنحضورﷺ کے تمام صحابہؓ یزیدؓ کے انتخاب پر خوش تھے		امیر یزیدؓ کا عہد سیدنا علیؓ کے عہد سے پر امن تھا
	یزیدؓ کا خلیفہ ہونا لازمی و ضروری تھا		امیر یزیدؓ کے عہد میں خدمت اسلام
	بقول خلدون امیر علم و رائے میں سب سے افضل تھے		امیر یزیدؓ کے عہد کی فتوحات
	مسلمانوں کی بہتری یزیدؓ کو خلیفہ بنانے میں تھی۔		خوارزم اور مراکش کی فتح
	جب شرعی حجت قائم ہو چکی تو اعتراض کیوں		بعض مسلمان مورخ اور کذب بیانی
	امیر یزیدؓ کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا		امیر یزیدؓ خلافت کے صحیح حقدار تھے
	آنحضورﷺ کی ازواج مطہرات خلافت یزید پر متفق تھیں		باب سوم۔ امیر المومنین یزیدؓ نظم
	اصحاب عشرہ مبشرہ بھی یزید پر خوش تھے		امیر المومنین یزید کے محاسن
	بدری صحابہؓ نے ولیعہدی سے اتفاق کیا		امیر المومنین یزیدؓ کے خصائل
	صحابہؓ بیعت رضوان بھی یزیدؓ کے حامی تھے		امیر کی اعلیٰ تعلیم و تربیت
	صحابہ کرامؓ کا امیر فاسق نہیں ہو سکتا۔		امارت حج اور امیر یزیدؓ
	موروثی حکومت کے قیام کا جواز		جہاد اور اسلام
	دامادی کے لحاظ سے بھی سیدنا عثمانؓ مستحق تھے		قرآن حکیم اور مجاہدوں کی شان
	خاندانی وراثت کے سیدنا علیؓ ہی محرک تھے		مجاہد اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
	سیدنا علیؓ کی خلافت کے حامی صرف ۲ شخص تھے		سیدنا یزیدؓ سید التشی جنتی ہیں
	جناب حسینؓ امیر معاویہؓ سے بیعت کرتے ہیں		بدری اور قسطنطنیہ کے مغفور

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوانات
	متعدد علماء سیدنا معاویہؓ و یزیدؓ کی فضیلت کے قائل تھے		سیدنا عمرؓ یزید کی بیعت توڑنے سے منع کرتے ہیں
	بہادر ترین عرب کا خطاب		ابن عبداللہ بن جعفرؓ یزید کے مداح تھے
	عرب مورخ یزیدؓ کے جہاد کی تعریف کرتے ہیں		سیدنا عبداللہ کو امیر کا تحفہ
	امیر یزیدؓ کی شاہ قسطنطنیہ کو ڈانٹ		محمد بن حنفیہؒ نے سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا
	مورخ مسعودی اور جہاد قسطنطنیہ		ابن حنفیہؒ کا امیر کی بیعت توڑنے سے انکار
	ابن خلدون اور جہاد قسطنطنیہ		امیر یزیدؓ شعائر اسلام کے پابند تھے
	محمد قاسم صاحب نانوتوی امیر کے جہاد کے قائل تھے		سیدنا زین العابدینؒ نے امیر یزیدؓ کی بیعت کی
	شیعہ مورخ اور امیر یزید کا جہاد قسطنطنیہ		شیعہ مورخ تائید کرتا ہے۔
	فاروق اعظمؓ پر اعتراض کرنے والی قوم		حجۃ الاسلام امام غزالیؒ اور امیر المومنین یزیدؓ
	امیر یزیدؓ کو عوام میں ہر دلعزیزی حاصل تھی		حافظ عبدالغنی مقدسی بھی امیر یزیدؓ کے مداح تھے
	امیر یزیدؓ کے غم اور خوشی میں دیئے ہوئے خطبات		حافظ ابن کثیر امیر یزیدؓ کے مداح تھے
	امیر یزیدؓ کا پہلا خطبہ		امام احمد بن حنبلؒ اور امیر المومنین یزیدؓ
	امیر المومنین یزیدؓ کا دوسرا خطبہ		شیعہ عالم امیر المومنین یزیدؓ کے مداح ہیں
	امیر یزیدؓ کو صحابی رسولؓ نے اپنا وصی بنایا		شیعہ کتاب آیات محکمات اور امیر کی تعریف
	اللہ تعالیٰ کے گھر پر قیمتی غلاف کا آغاز		یزید نام سے محبت
	سیدنا ابن عباسؓ امیر کے زبردست حامی تھے		محمد بن حنفیہؒ کا اعلان حق
	شیعہ مورخ بھی تائید کرتا ہے		باب چہارم۔ وفات معاویہؓ کے حسینؓ منتظر تھے
	سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا بیعت علیؓ سے انکار		حسینؓ صبح کا وعدہ فرما کر رات مکہ چلے گئے

صفحہ نمبر	عنوانات
	ابن عباسؓ وابن عمرؓ نے بیعت کا مشورہ دیا
	شیعہ طبری کا اعلان حق
	جماعت المسلمین میں تفرقہ کا پہلا بیج
	سیدنا حسین کا مقصد صرف حصول خلافت تھا
	کیا ایک ہی رات میں فاسق ہو گیا
	چراغ تلے اندھیرا
	سیدنا حسینؓ مسجد کے منبر کو بھی وراثت سمجھے
	سیدنا حسینؓ مصالحت کے خواہشمند تھے
	سیدنا حسینؓ مناسب وقت کے منتظر تھے
	شیعوں کا اعتراف حقیقت
	گذشتہ ۲۰ سال سے سیدنا حسینؓ کا رویہ
	مکہ مکرمہ میں حسینؓ کی مصروفیت
	اہل کوفہ کے اکسانے والے خطوط
	شیعان کوفہ کو سیدنا حسین کا جواب
	روانگی مسلم بطرف کوفہ
	سیدنا حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام
	مسلم نے جناب حسینؓ کو بلایا
	سیدنا عبداللہ بن عباس کا حسین کو سمجھانا

صفحہ نمبر	عنوانات
	سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کا آپ کو سمجھانا
	ابن عباسؓ کا دوبارہ اصرار
	سیدنا عبداللہ بن مطیع کا حسینؓ کو روکنا
	تمام بزرگوں نے آپ کو خروج سے منع کیا
	ابن خلدون کی حق گوئی
	حضرت حسینؓ کا خط کوفیوں کے نام
	سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ نے آپ کو منع کیا
	سیدنا حسینؓ کے نام حاکم مکہ کا خط
	سیدنا ابوسعید خدریؓ نے آپ کو خدا سے ڈرایا
	حکومت وقت پر خروج باجماع امت حرام ہے
	سیدنا علیؓ بھی قابل آدمی کے حق میں تھے
	علماء دین سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں
	محمد قاسم نانوتوی بھی آپ کو غلطی پر سمجھے
	سیدنا حسین کا محاصل پر قبضہ
	اسلام کے بنیادی احکام
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی
	امیر یزیدؓ اللہ و رسول صلعم کے اطاعت گذار تھے
	صحابہؓ کرام نے سیدنا حسین کو غلطی پر سمجھا

صفحہ نمبر	عنوانات
	سبائیوں نے محض تفرقہ کیلئے پروپیگنڈا کیا
	سیدنا علیؓ کی بیعت سے صحابہؓ کا انکار
	سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار پر خلدون کی شہادت
	سیدنا علیؓ ساتھیوں کی خواہش کے خلاف چلے
	حضرت ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں کہ خلافت علیؓ قائم نہ ہوئی اور نہ ہی آپ امام برحق تھے
	شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ خلافت علی پر اتفاق نہ ہوا
	سیدنا علیؓ اپنی خلافت کی تعریف کرتے ہیں
	ابن ابی الحدید اور خلافت سیدنا علیؓ
	سیدنا علیؓ کو وصی رسول کہنا سراسر غلط ہے
	صحابہ کرامؓ پر سبائیوں کی سختیاں
	کیا صحابہ کرامؓ نے امیر یزیدؓ کی بیعت سے انکار کیا
	زندگی بسر کرنے کا سلیقہ
	شیعہ ہی چاہتے ہیں
	مصالحت کی صحیح تجویز
	امیر و امام اور خلیفہ کی تعریف
	جناب علی الرضا اور امام کی تعریف
	امیر المومنین یزیدؓ امام برحق تھے

صفحہ نمبر	عنوانات
	امیر یزیدؓ ہی خلافت کے حقدار تھے
	حکومت کے متعلق قانون قدرت
	آنحضور صلعم نے طلب حکومت سے منع فرمایا
	صحابہ کرامؓ نے کیوں سیدنا حسینؓ کا ساتھ نہ دیا
	ارشاد خداوندی
	اطاعت امیر اور ارشادات نبویؐ
	اہل الرائے غور فرمائیں
	باب پنجم سیدنا حسینؓ کا صحابیؓ سے لڑنے جانا
	سیدنا حسینؓ کی غلطی کو دین کہنے والے جواب دیں
	سیدنا نعمان بن بشیرؓ کا اعلان حق
	ابن زیاد کا کوفہ میں تقرر
	مسلم نے حسینؓ کو واپسی کا پیغام بھیجا
	مسلم کے بھائیوں نے سیدنا حسینؓ پر ظلم کیا
	واقعات کا اہم مورد شیعوں کی زبانی
	سیدنا حسینؓ نے اپنی رائے کو ترک کر دیا
	تین تاریخی تجویزیں
	حق و باطل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
	شمر کا موقعہ پر بیعت کا مطالبہ

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
	کربلا میں پانی کی بندش کے قصے		شیعہ بھی قاتل کوفیوں ہی کو کہتے ہیں
	زمین کھودنے سے پانی حاصل ہو سکتا ہے		مجلسی کہتے ہیں کہ قاتل کوفی ہیں
	بازو کٹانے کے فرضی قصے		مولانا تو کلی شیعوں کو قاتل کہتے ہیں
	دس محرم کو پانی بکثرت تھا		امیر المومنین یزید رضؓ کے گھر میں حسینؓ کے پسماندگان
	خیموں کے اندر پانی موجود تھا		شیعہ امیر یزید کے حسن سلوک کے قائل ہیں
	امیر علی جج لکھتا ہے کہ پانی موجود تھا		امیر قتل حسین رضؓ کا سن کر آبدیدہ ہو گئے
	سیدنا حسین رضؓ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا		امیر نے پسماندگان کو باعزت رخصت کیا
	تمام اکابرین کوفیوں کو مجرم سمجھتے ہیں		امیر کا حسن سلوک اور شیعہ مؤرخین
	سیدنا علی رضؓ کوفیوں کو قاتل حسینؓ سمجھتے ہیں		قتل حسین رضؓ کی وجوہات اور مومن کی شان
	سیدنا حسین رضؓ بھی کوفیوں ہی کو مجرم سمجھے		باب ششم۔ ہر اہل ایمان حق کی تائید کرتا ہے
	آپ کے ہمراہی بھی کوفیوں ہی کو مجرم سمجھے		مولانا اظہار الحق سہیل شاہ صاحب ٹوبہ
	سیدہ زینب رضؓ نے اہل کوفہ ہی کو قاتل سمجھا		مولانا غلام محمد صاحب ڈیرہ غازیخاں
	سیدہ فاطمہ امیر یزید رضؓ کو بیگناہ سمجھتی ہیں		مولانا حمید الرحمٰن صاحب لاہور
	ام کلثوم بھی امیر کو مبرا ثابت کرتی ہیں		مولانا غلام مرشد صاحب شاہی مسجد لاہور
	مرثیہ خوانوں کے ڈھول کا پول		مولانا عبدالجلیل صاحب منٹگمری
	سیدنا زین العابدینؒ نے کوفیوں کو قاتل سمجھا		مولانا ملک عطا محمد صاحب لاہور
	سیدنا عبداللہ بن زبیر رضؓ کی حق بیانی		مولانا ظہیر الدین صاحب نقشبندی لائل پور
	امام باقرؒ نے تو معاملہ ہی صاف کر دیا		مولانا عبدالحی صاحب ڈیرہ غازیخاں

نذرِ عقیدت

حقیر پیشکش بارگاہ رسالتؐ کے حضور میں جن کی لافانی و ابدی تعلیمات نے مدار فضیلت انسانی کے حسن عمل و کردار کو قرار دیا۔ نہ نسبی امتیاز اور قرابت کے شرف کو۔ غیبت و بدگوئی کے عذاب سے ڈرایا۔ بار بار تاکید فرمائی کہ بھائی بھائی کی حیثیت سے جماعت کے ساتھ رہو، جو جماعت سے علیحدہ ہوا۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ فرد تباہ ہو سکتا ہے پوری جماعت اور امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی اور کسی حاکم و خلیفہ سے جب تک کھلا کھلا کفر بواح ظاہر نہ ہو اس کے خلاف خروج کرنے کو حرام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ اللہ علیہ وسلام۔

صفحہ نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر	عنوانات
	مولانا عبدالحمید صاحب شیخوپورہ		مولانا ابوحفص صاحب خوشاب
	مولانا عبدالغنی صاحب شہید علاقہ چونیاں		مولانا محی الدین صاحب لکھوی
	مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ		مولانا عبدالستار صاحب لائل پور
	مولانا مفتی بشیر احمد صاحب سیالکوٹ		مولانا محمد علی صاحب کاندلوی سیالکوٹ
	مولانا محمد سلیمان صاحب انصاری لاہور		مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی لاہور
	مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری ملتان		مولانا شمس الحق صاحب افغانی بہاولپور

حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال صاحبؒ اور واقعۂ کربلا

ذرا سی بات تھی اندیشۂ عجم نے اسے

بڑھا دیا ہے فقط زیب داستاں کے لئے (اقبالؒ)

(مرزا حیرت دہلوی کی کتاب تازیانہ شہادت سے تصرف اور ان سے معذرت کیساتھ)

فائدہ اس بحث سے دنیا کو پہنچے گا ضرور صاف ہو جائے گا مطلع خود بخود چمکے گا نور

علم سے گھٹ جائیگی کچھ تو جہالت بھی ضرور حرکتوں پہ اپنی نادم ہوں گے اکثر ذی شعور

برگزیدہ بندوں کی تحقیر کم ہو جائے گی

بے گناہ بڑھ جائیں گے تعصیر کم ہو جائیگی

قرآن وسنت کے دلائل مومنوں کے ارشادات ۔ کس کی طاقت ہے جو جھٹلائیگا سچے واقعات

آج کے ان مومنوں میں کچھ ایسے نیک ذات میری جانب یہ کریں گے حد سے زیادہ التفات

ان کا مجھ کو کوسنا اور گالیاں ہو گا جواب

میں کروں گا صبر ہو گا ان کی گردن پر عذاب

نوٹ :۔ بندہ کی دوسری کتاب بدری صحابی سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وصی رسولؐ جو حقیقت بیانی سے مزین ہو گی ۔ کا انتظار فرما دیں

حرفِ اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ

(اے میرے پیارے حبیب) بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بہت گ
بہت سے شیعہ (یعنی فرقے) آپ کا ان سے کوئی بھی تعلق نہیں ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ
بتا دیگا جو وہ کرتے تھے ۔ جو کوئی نیکی کرتا ہے اسکے لئے دس گنا اجر ہے اور جو کوئی بدی کرتا ہے
اسکو اس کے برابر ہی سزا دی جائیگی ، اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا ۔ کہہ دو بیشک مجھ کو میرے رب
سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی ہے جو دین ہے صحیح طریقہ ابراہیم کا جو ایک طرف کے تھے او
نہ تھے مشرکوں سے اعلان کر دیجئے بیشک میری (ہر قسم کی) عبادت اور میری قربانی اور میرا جینا ا
مرنا اللہ ہی کیلئے ہے ۔ جو جہانوں کا پالنے والا ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے
اور میں سب سے پہلا فرمانبردار (یعنی مسلمان) ہوں ۔ کہہ دو کہ میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کو رب
بنانے کیلئے (کس طرح) تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا مالک ہے اور جو شخص گناہ کرتا ہے اس
وبال اس پر ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا ، پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس
لوٹ جانا ہے پھر وہ تم کو اس کی خبر دیگا جس میں تم اختلاف کرتے تھے ۔ اور وہی ہے جس نے تمہیں ز
میں اپنا خلیفہ (یعنی حاکم بنایا) اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا تاکہ تمہیں اپنے د
ہوئے حکموں میں آزمائے بیشک تیرا رب بہت جلد بدی کی سزا دینے والا ہے ، اور یقیناً وہ
والا رحم کرنے والا ہے (آخری آیتیں سورت چوپائے) (الانعام)

جب یہ حقیقت ہے کہ ہم محمد بن عبداللہ کے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں جنوں نے دنیا سے تشریف لے جانے سے پہلے یہ اعلان فرما دیا تھا کہ آج کے بعد کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی قسم کی کوئی فضیلت و فوقیت نہیں ہے اور نہ ہی کسی گورے کو کسی کالے پر۔ اگر کوئی فضیلت ہو سکتی ہے تو وہ ہے دلوں کی پرہیزگاری یعنی اللہ کا ڈر اور دوسروں پر رحم۔ اسلئے ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ لوگ جو آنحضور صلعم پر اللہ تعالیٰ کے نازل فرمائے ہوئے دین کے اصولوں کی نافرمانی اور اپنے وضع کردہ اصولوں پر عمل کر کے سابقوں میں سے کچھ بزرگوں کو برا کہتے ہیں، اور کچھ کو حصہ سے زیادہ بڑھا کر تفرقہ پیدا کر کے فساد فی الارض کا موجب بنتے ہیں ایسے لوگ اسلام سے خارج اور ڈھور ڈنگروں سے بھی بدتر ہیں۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر سورت چوپائے (الانعام) میں "شیغا" کہہ کر اپنے رسول کے مخالف گویا اسلام کے دشمن قرار دیا ہے اور ان آیات میں انکی پوزیشن مزید واضح فرما دی ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیٓ

اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۝

ترجمہ۔ اور انہیں اس شخص کا حال سنا دو، جسے ہم نے اپنا آئین دیا۔ پھر وہ اس سے نکل گیا، اور پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس آئین کی بدولت اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کی پیروی کرنے لگا ہو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنوں نے ہمارے آئین کو جھٹلایا انکی رہبت ہی بری مثال ہے اور وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور

جسے وہ گمراہ کر دے، پس وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں اور ہم نے دوزخ کے لئے ایسے بہت سے جن اور انسان پیدا کئے ہیں۔ جن کے دل تو ہیں ان میں سے سمجھتے نہیں اور آنکھیں تو ہیں ان سے دیکھتے نہیں اور انکے کان تو ہیں ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ رو یہی لوگ ہیں اپنی عاقبت سے) غافل (الاعراف آیت ۱۷۵ تا ۱۷۹)

افسوس کے کہ اللہ تعالیٰ کے ان واضح حکموں کے ہوتے ہوئے بھی اکثر نام و نہاد مسلمان ابھی ایام جاہلیت کے رسوم و اوہام میں گرفتار رہکر مخالف اسلام افعال و اذکار کے مرتکب نظر آتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ دین دوسروں پر تنقید کرنے یا برا کہنے اور ذات پات یا خاندانی جھیلوں میں کا نام نہیں۔ بلکہ دین تو مساوات قائم کر کے دوسروں پر رحم کرنے اور زیادتی سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور فقط اسی ایک بات میں انسانیت کے عروج اور فلاح کے اسرار پوشیدہ ہیں۔

"اور بیشک فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ دیتا ہے جسکو اس کا حقدار سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے فضل کا مالک ہے۔" (قرآن کریم)

احقر العباد - ابو یزید بٹ رحمۃ اللہ

چیلنج

"ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کرتے ہیں" (مومن آیت ۵۴)

وہ لوگ جو اللہ تبارک و تعالیٰ اور پیغمبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کریم کے احکام اور فرمانِ نبوی پر عمل کرنا عین فرض سمجھتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنا گناہ عظیم جانتے ہیں۔ سچ کہنا جزو ارکان سمجھتے ہیں، صداقت اور انصاف پر ایمان محکم رکھتے ہیں۔ راقم الحروف ان اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں سے عرض پرداز ہے اور بطور چیلنج حسب ذیل امور پیش کرتا ہے۔

(۱) امیر المومنین یزیدؓ حق پر اور سیدنا حسینؓ کے قتل سے بری الذمہ تھے۔

(۲) تمام صحابہ کرامؓ نے جو بھی اس وقت دنیا میں تشریف فرما تھے سب نے امیر یزیدؓ سے بخوشی بیعت کی تھی۔ اور ان صحابہؓ و تابعین نے امیر المومنین یزیدؓ کی امامت میں نمازیں ادا فرمائیں، انکے خطبات سنے۔ ان کے اتباع حکم میں جہاد کئے اور کاروبار خلافت میں ان سے تعاون کیا، مناصب اور عہدے قبول کئے

(۳) اس وقت کے تمام مسلمان معہ سیدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ اور خاندان نبوت کا ہر فرد امیر المومنین یزیدؓ کو نیک کردار اور دیندار سمجھتا تھا۔

(۴) سیدنا علیؓ کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت بھی قریباً چار سال ہے۔ اگر دونوں خلفائے کے عہد خلافت کا بہ چشم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ آیا با اعتبار اجتماع و ائتلاف اتحاد و اخوت

کے نیز بلحاظ تحفظ نفوس مسلمین۔ اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے ملت اسلام کو سیدنا علیؓ کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندوہناک خون ریزیوں سے تقویت پہنچی یا امیر المومنین یزیدؓ کے حسن انتظام سے۔ قرآن حکیم کا فرمان ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ... (ڈرو اللہ تعالیٰ سے اے عقل اور ایمان والو (سورت طلاق) وقولوا قولاً سدیداً۔ بات سچی، سیدھی اور صاف کہا کرو۔ اور ان احکام خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ بات سچی اور صاف کرے ضد کی وجہ سے دوسرے شخص کی بات کو غلط رنگ میں پیش نہ کرے۔ اور نہ ہی تعصب کی بنا پر کسی کی ذات اور نیت پر حملہ کرے۔ ہر حالت میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دے، نیت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اگر کسی کی نیت بری ہوگی تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کی جناب سے سزا پائیگا۔ بیشک سیدنا علیؓ کی شخصیت صدر اول کی ایک محترم شخصیت ہے، جہادوں میں ان کی روشن خدمات اور ذاتی اوصاف سے کسی بھی مسلمان کو انکار کی گنجائش نہیں، حضرت موصوف سے امیر یزیدؓ کے تقابل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سیدنا علیؓ آنحضور صلعم کے صحابی ہیں اور امیر المومنین یزیدؓ تابعی ہیں۔ لیکن یہاں تو انکی خلافت کے زمانوں کے متعلق یہ دیکھنا ہے کہ کس عہد میں تفرقہ کی بدولت خانہ جنگیوں لاکھوں پیروان اسلام ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر فنا ہوگئے اور کس کے عہد میں سازشوں، طرح طرح کی مخالفتوں کے باوجود اسلام نے دنیا میں ترقی اور تقویت حاصل کی۔ اور خلافت کے خلاف خروج کرنے والوں پر حتی الامکان تشدد نہیں کیا گیا، جیسا کہ سیدنا حسینؓ مکہ معظمہ میں چار مہینے تک خروج کرنے یعنی حکومت کا تختہ الٹنے کی تیاریاں کرتے رہے۔ کوئی ان کے پاس آتے جاتے رہے، حکومت کے خلاف پروگرام

بنتے رہے مگر حکومت کی طرف سے کوئی روک ٹوک نہیں کی گئی۔ کربلا میں جو واقعات پیش آئے ان کا نتیجہ واقعہ حرہ کے موقع پر جس کا ذکر آگے آتا ہے ان مواقع پر بھی حکومت حکومت کے فوجی دستوں نے مدافعانہ پہلو سے آگے قدم نہیں بڑھایا۔ کذابین نے جو داستانیں تراشی ہیں وہ سب غلط اور مبالغہ آمیز ہیں۔ بدیں وجہ اگر کوئی شخص میری اس تالیف سے سیدنا علیؓ اور امیر یزیدؒ کی شان کا تقابل سمجھے تو وہ تعصب سے کام لیا گا۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ اس صراحت اور وضاحت کے بعد میرے کسی لفظ کا غلط مفہوم نکالنا میرے مقصد کے صریح خلاف ہوگا۔ اور اس دور میں قوم جن حالات سے دوچار ہے وہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ اور قوم کے ناخداؤں (علماء) کا کسی ایک مسئلہ پر بھی متفق ہونا محال بلکہ ناممکن ہے۔ لہٰذا اس وقت کسی بات کے فیصلہ کرنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ فریقین کا یہ مسئلہ کسی غیر جانب دار پنچایت یا عدالت عالیہ میں پیش کر دیا جائے۔ عدالت عالیہ کے فیصلے کو حتمی اور قابل قبول سمجھا جائے اور جس فریق کے خلاف فیصلہ صادر ہو وہ ہر قسم کے اخراجات کا ذمہ دار ہونے کے علاوہ فیصلہ سے اتفاق کرے اور تازیست جیتنے والے کے ساتھ متفق رہے۔

(احقر العباد۔ ابو یزید محمد دین بٹؒ)

باب اوّل

باب اوّل میں مسلمانوں کے فرائض اور واقعہ کربلا کے راویوں کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

قرآن وسنّت کی روشنی میں ایک مسلمان کے فرائض

یہ پہلا سبق تھا ایک حدیٰ کا — کہ ہے ساری مخلوق خدا کا
وہی دوست ہے خالقِ دوسریٰ کا — خلائق سے ہے جس کو رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایمان — کہ کام آئے دنیا میں انسان کے انسان (مولانا حالی مرحوم)

انسان دنیا میں اسلئے نہیں بھیجا گیا کہ دنیا کو فتنہ وفساد برپا کر کے جہنم کدہ بنا دے اور وحشت اور درندگی کا مظاہرہ کر کے کشت وخون کا بازار گرم کر دے، دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالے اور ظلم وستم ڈھائے۔ فقط اپنے عیش وآرام اور راحت کے لئے انسانیت سے گرے ہوئے طریقوں کو اختیار کر کے انسانیت کی مٹی پلید کرتا پھرے۔ اور نہ اس کی تخلیق کا یہ مقصد ہے کہ انسان روحانی عروج وارتقاء کے نام پر اس دنیا اور اسکے لوازمات کو یعنی بال بچوں۔ مال ومتاع اور گھر بار وغیرہ کو چھوڑ چھاڑ کر جنگلوں بیابانوں اور غاروں میں حیوانوں کی طرح چھپتا اور انسانوں سے دور بھاگتا پھرے۔ اور اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ تکلیفیں دینے اور پتھروں کی طرح خاموش رہنے ہی کو روحانی عروج کا ذریعہ سمجھے۔ بیشک انسان مسلمان بن کر انسانیت کے عروج پر پہنچتا اور انسان کامل بن جاتا ہے۔ لیکن اس وقت جب اسکے دل وذہن میں انقلاب سے اسکے عادات واطوار اور طرز زندگی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے اصولوں کے عین مطابق ہوں کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالٰے کے نازل فرمائے ہوئے دین اسلام نے انسان کی ترقی وفلاح کے لئے جو اصول بنائے ہیں وہ خدا ترسی اور مساوات پر قائم رہتے ہوئے دین ودنیا دونوں کو ساتھ قائم رکھنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ تاکہ انسان دین کے ساتھ ساتھ دنیاوی ترقی کی تمام منزلیں بھی طے کرتے ہوئے

عزت و کامیابی کی زندگی بسر کرے ۔ جب انسان روحانی اور دنیاوی دونوں طاقتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے تو شیطانی طاقتیں اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہتی ہیں ۔ اس وقت انسانیت کا بول بولا ہوتا ہے ۔ اور یہی انسانی تخلیق کا اصل سبب اور مقصد ہے ۔ لیکن جب انسان خدا پرستی اور مساوات کو چھوڑ کر خود غرضی پر اتر آتا ہے تو پھر اس کا وجود فساد فی الارض کا باعث بن جاتا ہے ۔ اس وقت اسکا دماغ اپنے مخالفوں کو غلط راہ پر اور خود کو حق پر سمجھتا ہے ۔ اسکی غلط تاویلیں آپس کی بربادی کا باعث بن جاتی ہیں ۔ اور یہ خدا کا خلیفہ فرشتوں کے اس اندیشے کا نقشہ بن کر رہ جاتا ہے کہ یہ دنیا میں فساد کا موجب ہوگا ۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ
خَلِيْفَةً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا
وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ

ترجمہ ؛ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب پیدا کرنے والا ہوں ۔ فرشتوں نے عرض کی اے رب العالمین ! کیا اسکو پیدا کرنے والا ہے جو زمین میں فساد پھیلائے گا ۔ اور خون ریزیاں کرے گا ۔" بقرہ آیت ۳۰

مالک حقیقی نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً اپنے نیک پاک اور برگزیدہ بندوں کو مامور فرمایا ۔ سب کے بعد خاتم النبی محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانوں کے لئے مکمل ضابطہ حیات قرآن کریم عنایت فرما کر انسانوں پر اپنی نعمتیں پوری فرما دیں ۔ جس میں انسانیت کے عروج کا بنیادی نقطہ یہ رکھا ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ

وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ
اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝

ترجمہ ۔ اے لوگو ! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ، اور کر دیئے تم میں کنبے اور قبیلے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو ۔ اور فرمایا کہ تم سب میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور اقرب وہ شخص ہے جو تم میں سے نیک اور اللہ سے بہت ڈرنے والا اور اس کے حکموں کی تعمیل کرنے والا ہو ۔

(قرآن کریم ، حجرات آیت ۱۳ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے سب بندے ایک ہو کر ایک دوسرے کے ہمدرد بنا کر زندگی بسر کریں ۔ اس حکم نے یہ تعلیم دی کہ تمہارا اور سب کا پیدا کرنے والا ایک ہے ۔ تم سب کا آنے اور جانے کا راستہ ایک ۔ تمہاری سب کی ضروریات زندگی ایک ہیں ۔ یعنی تم سب ایک ہی خاندان کے فرد ہو اور آپس میں بھائی بھائی ہو ۔ انسانیت میں سب برابر ہو ۔ بڑا وہ ہے جو انسان کا خادم ہوا ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کی معرفت قرآن کریم میں وضاحت فرما دیا ہے ۔ کہ ہر شخص جو کچھ وہ عمل کرتا ہے اسکے مطابق جب وہ میرے حضور میں حاضر ہوگا فیصلہ کیا جائے گا ۔ قرآن کریم میں مالک حقیقی نے واضح طور سے تمام انسانوں کی سزا اور جزا کا معیار ان کے اعمال کو قرار دیا ۔ یہاں تک فرما دیا کہ اگر کوئی شخص ذرہ بھر بھی نیکی کریگا وہ بھی اور جو ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی یوم حساب کو سامنے لائی جائیگی ۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ باپ بیٹے کا ، بیٹا ماں باپ کا بھائی بھائی کا ، بلکہ کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا ۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ جو لوگ ہماری آیات سے انکار کرتے ہیں انکے مال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے کسی کام نہ آسکیں گے اور وہی آگ والے ہیں اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے (آل عمران ۱۱۶)

اور پھر عام انسانوں کو متنبہ کرنے کے لئے اپنے رسولوں کے متعلق فرما دیا کہ اگر وہ میرے حکم میں کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے۔ (یعنی کمی کریں گے) تو وہ بھی قیامت میں ان کے سامنے لائی جائیگی۔ (حالانکہ یہ رسولوں کی شان کے خلاف ہے کہ وہ ایسا کریں)

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَغُلَّ وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○

ترجمہ:۔ اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے۔ اور جو کوئی خیانت کرے۔ لائیگا ساتھ اسکو دن قیامت کے جو خیانت کی تھی۔ پھر ہر شخص کو پورا دیا جائے گا جو کمایا تھا اور نہیں ظلم کیا جائے گا ان پر۔ آل عمران آیت ۱۶۰ اور پھر یہانتک فرما دیا کہ جو کچھ کوئی شخص کرتا ہے اس کا جواب اسی کو دینا پڑے گا۔ میرے رسول بھی کسی کے کام نہ آسکیں گے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزندوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ ترجمہ۔ یہ ایک جماعت (امت) تھی کہ گذر گئی ان کے لئے ہے جو کمایا۔ انہوں نے اور تمہارے لئے ہے جو کمایا تم نے اور تم سے باز پرس نہ ہوگی جو وہ کرتے تھے (آخری آیت پارہ اول)

اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص نیک کام کرتا ہے تو اپنے لئے کرتا ہے اور اگر کوئی شخص برا کرتا ہے تو وہ بھی اپنے لئے کرتا ہے۔ کسی شخص کو کسی دوسرے پر سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول نبی پاک صلعم کو

بھی فرما دیا، کہ جو کچھ تمہیں حکم دیا جاتا ہے وہ دوسروں تک پہنچا دو۔ اگر نہ مانیں تو تمہیں سختی کرنے کا کوئی حق نہیں۔ حکم ہوا کہ ہم نے تمہیں داروغہ (تھانیدار) بنا کر نہیں بھیجا کہ دوسرے انسانوں کے ساتھ سختی سے پیش آؤ (قرآن پاک) ثابت ہوا کہ کبھی بھی انسان کو کسی دوسرے انسان پر سختی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ اور پھر آنحضور صلعم نے تو اپنے پیروان کو مردوں کو بُرا یاد کرنے سے بھی منع فرمایا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کا معاملہ اب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اب اگر کوئی شخص سابقون الاولون پر سب و شتم کرے تو ایسا شخص اس ارشاد کے مطابق آنحضور صلعم کے حکم کی مخالفت کرتا ہے گویا اپنی بدبختی پر ناز کرتا ہے۔ سرورِ کونین رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ وہ اس سلسلہ میں قیامت تک ایمان والوں کے لئے مشعل راہ بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین اسلام کا ضابطۂ حیات اور روح تصور کیا جائے گا۔ آنحضور صلعم نے فرمایا۔ لوگو! آج جاہلیت کے دستور و قوانین میرے قدموں کے نیچے ہیں (یعنی لغو قرار دیدیئے گئے ہیں) اے لوگو! بلاشبہ تمہارا سب کا رب ایک ہے تم سب ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہو۔ عربی کو غیر عربی پر اور سرخ کو سیاہ پر سیاہ کو سرخ پر کسی قسم کی فضیلت نہیں۔ ہاں اگر کوئی وجہ فضیلت ہو سکتی ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے یعنی جو شخص مخلوق خدا سے انسانیت سے پیش آتا ہے وہ سب سے افضل ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے قربانی کے دن خطبہ پڑھا تو فرمایا کہ لوگو! بتاؤ یہ کون سا دن ہے سب نے عرض کیا کہ یہ حرمت کا دن ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کون سا شہر ہے۔ سب نے عرض کیا کہ یہ بلاد الحرام ہے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ یہ کون سا مہینہ ہے۔ سب نے عرض کیا

یہ حرمت والا مہینہ ہے۔ آپ نے فرمایا یقیناً تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ اسی طرح جیسے ان کی حرمت اس دن اس شہر میں اس مہینہ میں تمہارے لئے ہے (صحیح بخاری پ کتاب الحج)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝

ترجمہ۔ بیشک جن لوگوں نے ایذ دی ایمان والوں کو، پھر نہ توبہ کی ان کے لئے عذاب ہے دوزخ کا اور عذاب ہے ان کے لئے آگ میں جلنے کا۔ (سورت بروج آیت ۱۰)

سیدنا علیؓ روایت فرماتے ہیں کہ تم مسلمانوں کا ذمہ ایک ہے، یعنی فرض پس جو شخص کسی مسلمان کی آبرو ریزی کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت۔ اس کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی اور نہ کوئی نفل (صحیح بخاری پ فضائل مدینہ) مسلم شریف میں سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے مفلس کون شخص ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ جس شخص کے پاس درہم اور دنیاوی سامان نہ ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا نہیں نہیں میری امت کا مفلس وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن آئے گا نماز روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ مگر اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی۔ یا کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا۔ یا کسی کو مارا ہوگا پس ان زیادتیوں اور ظلم وجور کی وجہ سے ان کے بدلے میں ان کی نیکیاں ان کو دیدی جائینگی اور اگر اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو جن پر زیادتیاں کی ہوں گی ان کے گناہ اس کو دیدیئے جائیں گے۔ اور اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ) اور پھر آنحضور نے فرمایا

کہ جو شخص کسی دوسرے کے بارے میں وہ بات کہے جو اس میں نہ تھی تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دوزخ کے لہو اور پیپ میں ڈالے گا، جب تک وہ اس بات سے نہ نکلے یعنی توبہ نہ کرے اس چیز سے جو اس نے دوسرے کے بارے میں کہی (مشکوٰۃ) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جو لوگ دوسروں پر الزام تراشیاں کرتے ہیں اور اپنی زندگی میں خدا سے ڈر کر اس سے تائب نہیں ہوتے اور مر جاتے ہیں۔ وہ دوزخ ہی میں رہیں گے کیونکہ توبہ کا دروازہ موت کے بعد بند ہو جاتا ہے۔ یہ ہے وہ دین حق جو خاتم المرسلین رحمت اللعالمین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو انسانیت کے عروج پر پہنچنے کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات کی صورت میں عطا فرمایا۔ جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلئے ایک بھائی دوسرے بھائی پر ظلم اور زیادتی نہ کرے، جھوٹ اور فریب سے دوسروں کو نقصان نہ پہنچائے چھوٹے، بڑوں کی عزت کریں۔ بڑے چھوٹوں سے شفقت سے پیش آئیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مال و زر دے رکھا ہے وہ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کریں، غریب نیک نیتی اور محنت سے کام کریں اور بلندی حاصل کر نیکی کوشش کریں یہ دنیا ایک کھیتی ہے۔ جو کوئی جس چیز کا بیج بوتا ہے اس کا پھل کاٹتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص اپنے کھیت میں تھوہر اور تمے بوئے اور امید سنیبوں کی لگائے بیٹھا ہو۔ ایسا شخص اول درجہ کا پاگل ہے اور انسانیت سے کوسوں دور ہوگا۔

ثابت ہوا کہ جب تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، تو پھر نہ کوئی بڑا اور نہ ہی چھوٹا۔ انسانوں میں بڑا وہ ہے جو انسانوں سے انسانیت کے ساتھ پیش

آتا ہے۔ ہمدردی و غمخواری کو اپنا شعار بنایا ہے۔

ے درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ورنہ اطاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کر وبیاں

رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دوسروں کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ اس فرمان نبویؐ کو جو لوگ مشعل راہ بنا لیتے ہیں، انسانیت ان پر ناز کرتی ہے، ان کا کردار عملاً اس قدر احسن ہو جاتا ہے کہ وہ معاملات میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی صاف گوئی اور صداقت بیانی سے کام لیتے ہیں۔ کسی دوسرے پر زیادتی کرنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں اگر ان پر کوئی زیادتی کرتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ ان کے کردار عمل اور تحریر و تقریر میں جھوٹ کا نام تک نہیں ہوتا۔ گویا یہ لوگ قانون فطرت یعنی انسانیت کا نمونہ ہوتے ہیں اس قانون خداوندی کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ دلیل اور ثبوت کامل کے بغیر ہر بات گمراہی ہوتی ہے۔ ہر مسلمان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی بات سابقہ ہو یا حال کے متعلق سامنے آئے تو اسی پر وہ اندھا دھند فیصلہ نہ کر دے بلکہ اس کی پوری طرح تحقیق کر لے۔ کہ اس میں سچائی اور صداقت کہاں تک ہے، اگر وہ قرآن و سنت کے مطابق ہو اور اس کے کرنے سے انصاف و دیانت داری کے تقاضے پورے ہوتے ہوں تو دل و جان سے اس پر عمل کرے خواہ وہ اسکی وجہ سے ساری دنیا ہی کیوں نہ اس کے خلاف ہو جائے۔ دراصل اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا تقاضا بھی یہی ہے۔

اب اہل نظر کے سامنے ایک ایسا مسئلہ جسے ناعاقبت اندیشوں نے دین کا جزو بنا دیا ہے پیش کیا جا رہا ہے جس میں لوگ غلط پروپیگنڈے جھوٹی

اور وضعی من گھڑت روایتوں کا شکار ہو چکے ہیں اور اب بہت سے لوگ کم علمی اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اتنے آگے نکل گئے ہیں۔ کہ اب یہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور کسی عاقل کی بات تک سننے کو تیار نہیں۔

لیکن امید ہے کہ وہ لوگ جو منصف مزاج اور انصاف پسند ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اپنے دامن کو کسی بھائی پر الزام لگانے سے بچائیں وہ تو دلائل و براہین کو دیکھ کر ضرور کچھ نہ کچھ حاصل کر لیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ٥ کہ ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کرتے ہیں۔ (مومن آیت ۵۴)

اگر حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو اصول اسلام کے مطابق بزرگوں کے آپس کے نزاع کے متعلق ہم سے قطعاً نہیں پوچھا جائے گا۔ مالک حقیقی کے سامنے ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی وہاں کوئی بھی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم خواہ مخواہ بزرگوں کے آپس کے نزاع و جھگڑے میں اپنی آراء ظاہر کر کے کسی پر تشدد اور ظلم کی تہمت لگائیں۔ اور کسی کو مظلوم ٹھہرائیں۔ مثال کے طور پر حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں ہی کو لیجئے ان میں جھگڑا ہوا آپ کے بھائیوں نے آپ پر ظلم کیا یہاں تک کہ آپ کو ایک غلام کی حیثیت سے فروخت کرنے سے بھی گریز نہ کیا جو بہت بڑا صریح ظلم ہے۔ لیکن ان کے ظلم کا نہ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے نوٹس لیا۔ اور نہ ہی حضرت یعقوب علیہ الصلاۃ والسلام نے حالانکہ آپ کو اس واقعہ کی وجہ سے بہت ہی زیادہ مصائب برداشت کرنا پڑے

جب کہ حضرت یوسفؑ پیغمبر تھے اور مد مقابل عام آدمی ۔ اب کسی تیسرے شخص
کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنی ٹانگ اڑاتا پھرے ۔ اگر بفرض محال کوئی تیسرا آدمی
حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی تنقیص بیان کرے تو حقیقتاً وہ شخص بڑا بدبخت
ہوگا کہ خواہ مخواہ کی عیب جوئی جو نہ خدا لم یزل کو بھاتی ہے اور نہ حبیبؐ خدا
نبی صلعم کو بھلی لگی ہے ۔ یہی عیب جوئی جس کے گویا کو آنحضور صلعم جہنم کا ایندھن
بتاتے رہے ہیں ۔ ہم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت حسین رضؓ
کی، جناب محمد کریم صلعم کے نواسہ اور نیک کردار ہونے کے لحاظ سے بہت زیادہ
عزت ہے لیکن کسی دوسرے شخص کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ حضرت حسینؓ کے
ایک معاصر اور رشتہ دار کو جس سے آنحضورؐ کے ساتھیوں آنحضورؐ کے صحابہؓ
جن کے سینے مشکوٰۃ نبوت کے نور سے منور تھے، تعاون فرمایا اس کی بیعت
کی اسکو امیر المومنین کے خطاب سے نوازا اس کی امامت میں نمازیں ۔ اور
مناسک حج ادا کئے جس سے خدائے واحد کے دین مبین کو فائدہ پہنچا جس
شخص نے عام انسانوں پر احسان کئے ایسے شخص کو ان بد فطرت دین
میں تفرقہ ڈالنے والے کوفیوں کے بہکانے میں آکر برا کہے ۔ اور اصحاب نبیؐ پاک
رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مسلک پر حملے کرے ۔ اس سے زیادہ گمراہی اور کیا
ہو سکتی ہے کہ صحابہ رضؓ کرام کے امیر پر ناروا حملے کئے جائیں ۔
ہمیں نہ تو حضرت حسینؓ کی شان کم کرکے اور نہ ہی بہت بڑھا کر کچھ حاصل
ہو سکتا ہے، اور نہ ہی امیر المومنین یزید رضؓ کی شان بڑھا کر اور نہ ہی ان کے خلاف
غلط پروپیگنڈہ کرکے کچھ حاصل ہو سکتا ہے ۔ بلکہ ان بزرگوں پر حرف آتا ہے

جنہوں نے امیر سے تعاون فرمایا تھا ۔ اس لئے ہمیں تو قرآن کریم کے اصول کے
مطابق ہمارے اپنے اعمال کے بارے میں سوال ہوگا ۔ اگر ہم نے نیک کام کئے
ہوں گے ۔ کسی دوسرے کو کسی قسم کا دکھ نہ دیا ہوگا ۔ تو عقبیٰ میں ہم کامیاب ہوں گے
ورنہ وہاں نہ تو کسی نبی کے مجرم بیٹے کو معاف کیا جائے گا اور نہ کسی نبی کی مجرم بیوی
کو چھوڑا جائے گا ۔ اور نہ ہی کسی نبی کے مجرم باپ کا لحاظ کیا جائے گا ۔
اہل حق جانتے ہیں کہ قانون خداوندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر انسان صالح، اور
نیک زندگی بسر کرے ۔ اگر کوئی شخص برا کرتا ہے تو وہ مالک حقیقی سب کو اچھی طرح
جانتا ہے ۔ قانون قدرت کا تقاضا یہ ہے کہ تمام انسان نیکی اختیار کریں ۔ اور اپنے
رب سے دوسروں کے لئے نیک اور اچھی سفارش کریں ۔ اور اللہ والوں کے
نزدیک سب سے اچھی سفارش یہ درود شریف ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
آلِ مُحَمَّدٍ ..... یعنی اے اللہ تو رحمت بھیج محمد کریم صلعم پر اور آپکے پیروان پر ۔

آلِ محمد کون ہیں

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ قرآن کریم کی رو سے
آل سے مراد پیروان سے ہے ۔ جیسے کہ واغرقنا آل فرعون اور ڈبو دیا ہم نے
فرعونیوں کو ۔ فرعون تو بے اولاد تھا اور جیسا کہ آنحضور صلعم کے ارشاد گرامی سے
ثابت ہوتا ہے "جس نے میرے طریقے کی پیروی کی وہ میری آل ہے" نیز نبیؐ
کریم صلعم کے کل مسلمان متبعین یوم قیامت تک آپؐ کی آل ہیں ۔ دینی حیثیت
سے کل متقی مسلمان آل نبیؐ ہیں جیسا کہ رسول خدا صلعم نے فرما دیا تھا جب آل
کے بارے میں آپؐ سے دریافت کیا گیا تھا ۔ (کلیات ابی البسطا) اور جب آل ابراہیم
و آل عمران کی تفسیر میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے وضاحت سے

بتایا ہے کہ مراد ان کے متبعین اور پیروؤں سے ہے جیسے آل محمدؐ سے مراد پیروانِ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے (جامع البیان والدر المنثور فی تفسیر بالماثور) نیز (تفسیر الوصول ابن الدیبع بحوالہ تحقیق سید و سادات صفحہ ۲۸)

ثابت ہوا کہ جب آپ کہیں گے کہ "اللھم صلی علی محمد و آل محمد" تو قرآن کریم اور آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک کے مطابق ترجمہ اس طرح ہوا۔ "اے اللہ رحمت بھیج محمد کریم صلعم پر اور محمدی لوگوں پر" اس اصول کے مطابق ہر وہ آدمی آل میں داخل ہے جو رسول پاک صلعم کا صحیح پیروکار ہے۔ اس میں امہات المومنین رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہؓ کرام معہ حضرت حسینؓ اور امیر المومنین یزیدؓ اور تمام تابعین عظامؒ اور تبع تابعین اور باقی تمام نیک مسلمان جو گذر چکے ہیں اور جو آنے والے ہیں سب آل میں داخل ہیں۔ اب جب آپ یہ کہیں گے اللھم صل علی محمد و آلِ محمد تو یہ سب کے لئے نیک سفارش ہو گی جس سے آپ کو بھی پورا پورا حصہ ملے گا۔ لیکن اگر آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش بھی کریں اور اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ جاننے والا سمجھ کر مشورہ بھی دیں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ فلاں شخص ایسا ہے فلاں ویسا ہے ان پر لعنت بھیج۔ یہ بہت بڑے ظالم ہیں ان کو کبھی نہ چھوڑنا۔ تو یاد رکھو یہ بہت بڑا ظلم ہے۔ ایسے شخص قرآن پاک کے اصول کے مطابق اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے کسی صورت بھی نہیں بچ سکتے۔ کیوں کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ؀ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ اس کو کوئی بھی عاجز کر سکے آسمان اور زمین میں کچھ جاننے والا اور ہر چیز پر قادر ہے" سورہ فاطر آیت ۴۴

دوستو! آؤ آپ کی بہتری کے لئے بہت ہی آسان نسخہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے ہم سب کی عاقبت درست ہو سکتی ہے اور خرچ بھی کچھ نہیں ہوتا۔ مہربانوں سے مہربان مالک کا آسان تحفہ۔ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا

اعلانِ حق

جو کوئی اچھی بات (کی) سفارش کرے اسکو اس سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے اس کو اس سے حصہ ملے گا، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قابو رکھنے والا ہے۔ سورت نساء آیت ۸۵۔ اس آیت پر ہر مسلمان کو ٹھنڈے دل و دماغ سے خوب اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ یہ آیت واضح طور پر اعلان کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لئے بددعا کرتا ہے۔ مثلاً کہتا ہے! اے اللہ فلاں آدمی کو رزق نہ دے۔ تو یاد رکھو! اسکو اللہ تعالیٰ رزق دے یا نہ دے یہ تو اسکی اپنی مرضی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے فرمان گرامی کے مطابق ایسا کہنے والے کو ضرور کچھ نہ کچھ حصہ ملے گا۔ یعنی اس کا تھوڑا بہت رزق کم کر دیا جائے گا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی فرماتا ہے اسے ضرور کرتا ہے۔ وہ وعدہ کا بہت ہی سچا ہے۔ لہذا دوستو! اپنا نقصان کرنے کے بجائے کیوں نہ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا مانگیں، اے اللہ رب العالمین تمام انسانوں کا بھلا کر۔ اس میں کافروں کے لئے بھی نیک دعا ہے۔ کہ ان کو ایمان نصیب کر، بھلا سے یہی مراد ہے۔ خدا کی قسم ایسا کرنے سے آپ کو دونوں جہان کی نعمتیں نصیب ہو جائیں گی۔

قارئین حضرات بڑے افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ رب العزت اور اس کے رسول پاکؐ کے اتنے واضح ارشادات عالیہ کے ہوتے ہوئے بھی بعض لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ اور جو کچھ دل میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں جو لوگ صحابہ کرامؓ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی صحابہؓ کرامؓ کے امیر کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ یا گستاخیاں کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور پھر اپنے اس فعل پر نادم ہونے کی بجائے اس پر ناز کرتے ہیں اور اگر کچھ کہا جائے تو جواب سبائی کوفیوں کی من گھڑت اور انسانیت سے گری ہوئی روایتوں سے پیش کرتے ہیں۔ جو اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں نے وضع کیں تاکہ اسلام میں تفرقہ ڈالا جائے جس میں کوئی کامیاب رہے۔

قارئین کرام! اس خیال کے لوگوں سے کہو کہ جناب حسینؓ کے رفقا جو کربلا میں آپ کے ساتھ موجود تھے اور زندہ و سلامت رہے یا باقی عزیز و اقارب جو آپ کے بعد کافی عرصہ تک حیات رہے اور جن کا حضرت موصوف کے ساتھ خونی رشتہ تھا اور اس قتل سے ان کو حد سے زیادہ کوفت ہوئی تھی ان سب حضرات سے امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف ایک بات بھی ثابت کریں۔ بلکہ میں آئندہ ثابت کروں گا کہ سیدنا عباسؓ۔ سیدنا عمر فاروقؓ۔ سیدنا جعفرؓ طیار۔ سیدنا علیؓ۔ بلکہ سیدنا حسینؓ ان سب بزرگوں کی تمام اولاد نے امیر المومنین یزیدؓ سے خلافت کی بیعت کی اور حکومت کے کام میں ہر قسم کا تعاون فرمایا۔ اور دنیاوی فوائد حاصل کئے یہ بزرگ امیر کے خلاف کسی قسم کی گستاخی سننے کو بھی تیار نہ تھے۔ جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کے بیان سے ثابت ہوتا ہے قارئین

بڑے افسوس کا مقام ہے رب العزت تو اپنے دوستوں کی اس قدر عزت و احترام کرے کہ ان کے کتے کو بھی ان سے جدا نہ کرے (اصحاب کہف) لیکن ہم ہیں کہ ہم کی عزت کرنا ہمارے ایمان کا جزو ہے جو اللہ تعالیٰ کے خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان کے امیر کو برا بھلا کہنے میں ہی اپنی نجات سمجھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں سے ان کے کتے کو بھی جدا کرنا پسند نہیں کرتا تو پھر اپنے دوستوں کے منتخب امیر کو آپ لوگوں کے کہنے پر کس طرح ان سے دور رکھ سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو سبائی کوفی پروپیگنڈے سے بچاؤ ورنہ ایک دن پچھتانا پڑے گا۔

قارئین! امیر المومنین یزیدؓ پر قتل حسینؓ کا الزام عائد کرنے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے حضرت حسینؓ کو خطوط اور اپنے آدمی بھیج بھیج کر حلف اٹھا اٹھا کر یقین دلایا تھا کہ ہم ہر حالت میں آپ کے ساتھ ہیں۔ جب حضرت حسینؓ ان کے بھروسہ پر مکہ مکرمہ سے خروج کر کے چلے آئے تو یہ لوگ آپ کی بیعت توڑ کر یعنی تقیہ کا لباس اتار کر امتِ مسلمہ کی بربادی کے لئے مزید فتنوں کے دروازے کھول کر غائب ہو گئے۔ اور ان کے بھیجے ہوئے آدمی جو آپ کو مکہ مکرمہ سے ساتھ لائے تھے۔ وہ تقیے کے سہارے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لئے آپ کے پرفریب مشیر بنے رہے۔ ان کوفیوں اور مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے ناعاقبت اندیشانہ جذبے سے یہ دل ہلا دینے والا واقعہ پیش آیا جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فتنوں کے سیلاب بہا دیئے۔

حضرت زید کا خروج

ذیل کا مضمون ان واقعات پر پوری طرح

روشنی ڈالتا ہے۔ سیدنا حسینؓ کے سگے پوتے حضرت زید بن علی (زین العابدین) کو جب ۱۲۲ھ میں امیر المومنین ہشام بن عبدالملکؒ کے خلاف خروج پر سبائیوں نے ورغلایا تو آپ کے ابن عم اور دلی دوست داؤد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ نے روکا اور منع کیا کہ یہ لوگ بے ایمان ہیں ان کا کام شروع ہی سے آگ لگانا ہے۔ ان کے بہکانے میں نہ آؤ۔ جسکو شیعہ مؤرخ طبری اس طرح بیان کرتا ہے۔

لکھتا ہے اے بھائی یہ آپ کو دھوکہ دیا کر آپ کی جان خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ وہی فرقہ پرور لوگ ہیں جنہوں نے تمہارے جدامجد حضرت علیؓ بن ابی طالب کا جو تم سے بدرجہا بہتر تھے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اور آخر کار ان کو قتل کرا دیا تھا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے حسن بن علیؓ سے بیعت کی اور پھر ان ہی پر حملہ آور ہوئے ان کی گردن سے، چادر تک گھسیٹ لی۔ خیمہ ان کا لوٹ لیا اور زخمی کر دیا۔ کیا یہ وہی لوگ نہیں جنہوں نے خود تمہارے دادا حسین بن علیؓ کو تحریر بھیج کر قسمیں کھا کھا کر اپنی وفاداری کے حلف اٹھا اٹھا کر خروج پر آمادہ کیا۔ پھر ان ہی سے غداری کی۔ یہاں تک کہ ان کو معہ ساتھیوں کے قتل کر دیا۔ پس تم ایسا مت کرو، ان کے ساتھ مت جاؤ (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۸۲ طبع رکن)

اہل نظر یہ ایک شیعہ بیان کر رہا ہے اور تیار رہا ہے کہ اس وقت کے تمام کے تمام لوگ کوفیوں ہی کو قتلِ حسینؓ کا ذمہ دار سمجھتے تھے۔ لہٰذا اہل نظر کا فرض ہے کہ ان واقعات کو جو میں تحریر کر رہا ہوں قرآن وسنت کی روشنی میں جیسے کہ چند آیات اور احادیث اوپر بیان کر چکا ہوں ان کی روشنی میں انصاف اور دیانتداری

سے غور فرمائیں۔ کہ یہ واقعات جو کوفی سبائیوں نے وضع کئے ہیں اور کچھ توڑ مروڑ کر بیان کئے ہیں۔ ان کو مان کر کہیں آپ اپنا ہی نقصان تو نہیں کر رہے۔ احباب کرام! میری اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں نے جس شخص کو اپنا امیر تسلیم کر لیا ہو اسکے خلاف کسی قسم کی کوئی بات نہ کہی ہو بلکہ اسکی الٹ لغین کیں جو آپ کے سامنے تفصیل سے بیان کی جا رہی ہیں۔ پھر کسی بعد میں آنے والے کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ان بدفطرت سبائی کوفیوں کی یاوہ گوئی سے بہک کر۔ ان جملہ بزرگ ہستیوں، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کے مسلک کے خلاف حاشیہ آرائی شروع کر دے۔ اور یہ بھی وضع کر دینا مناسب ہوگا کہ اگر کوئی شخص اور بزرگ ہستیوں، صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے مسلک کے مقابلہ میں انکے بعد آنے والے تمام مسلمانوں کے خیال یا مسلک کو پیش کرے۔ تو یہ ایک سچے مسلمان کے نزدیک ذرہ بھر وقعت کے حقدار نہیں۔ یہ کسی ضد یا تعصب کی بناء پر نہیں بلکہ اسلئے کہہ رہا ہوں کہ یہ بزرگ دین حق کی کسوٹی ہیں اور ہم دینی امور میں کھوٹے اور کھرے کی پہچان اسی کسوٹی ہی کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان بزرگانِ دین کے مسلک صحیح پر معاندانہ تنقید کرتا ہے تو ہم اس کو دریدہ دہن اور بے دین سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ ہو کہ اہل حق ان صحابہؓ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان

حاکم نے بسند صحیح نقل کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو پسند کیا اور میرے لئے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا، پھر ان میں سے

بعض کو میرا وزیر اور بعض کو میرا انصار اور بعض کو میرا سسرالی رشتہ دار بنا دیا۔ لہٰذا جو میرے اصحاب کو برا کہے اس پر خدا اور اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کی قیامت کے دن کوئی نفلی یا فرض عبادت قبول نہ ہو گی۔ (ازالۃ الخفاء صفحہ ۲۳۲ طبع کراچی۔

(۲) ابو زرعہؓ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نزدیک برحق ہیں اور قرآن کریم بھی برحق ہے۔ اور یہ قرآن کریم اور نبی پاک صلعم کی سنتیں صحابہ کرامؓ سے ہی ہم کو پہنچی ہیں۔ زندیق چاہتے ہیں کہ ہمارے ان حق صداقت پر شہادت دینے والے صحابہ کرامؓ کو مجروح کر دیں تاکہ یہ لوگ کتاب و سنت کو باطل ٹھہرا دیں۔ حالانکہ جرح ان لوگوں پر ہونی چاہیے۔ اور یہی اسکے مستحق ہیں۔ (کتاب الکفایہ فی علم الروایہ الخطیب البغدادی صفحہ ۱۶)

امیر المومنین یزیدؓ جن کو اللہ تعالیٰ نے رہبر اعظم محمدؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے اور دنیا اسلام کے بنیادی ستونوں بزرگ ترین ہستیوں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے آپ کے ساتھ ہر طرح سے تعاون فرمایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اور رحمت اللعالمین اور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ ان سب کے خلاف بعد میں آنے والے لوگوں نے عبداللہ بن سبا کی امت کے پروپیگنڈے کا شکار ہو کر امیر المومنین یزیدؓ کو اپنے ستم کا تختہ مشق بنایا یا مباح اور جائز جانا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے باوجود کہ میرا رسولؐ اپنی مرضی سے کوئی کلام نہیں کرتا۔ آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک مغفور کو جھٹلانے پر کمربستہ ہو کر بخشے ہوئے انسان کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا اور نعوذ باللہ انہیں پلید

کہا۔ یعنی نہ صرف اپنے دل پر سیاہی ملنے کو فخر سمجھا۔ بلکہ قیامت تک اور اس کے بعد کی زندگی میں بھی روسیاہی مول لے لی۔ بعض لوگوں کے مذہب میں بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں اور دشنام طرازی اور تبرا بازی جزو ایمان ہے لیکن اگر کوئی شخص حضرت حسینؓ کو وہ درجہ و مقام اور مرتبہ نہ دے جو انہوں نے خود ساختہ آپ کو دے رکھا ہے۔ تو اس پر ناراضگی کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ ہر مذہب کا اپنا اپنا عقیدہ ہے (ہر انسان کو اپنے عقیدہ کی تبلیغ کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے اگر وہ صحیح ہو گا تو لوگ اسکے ہم خیال بن جائیں گے، ورنہ پاگل سمجھ کر اس کو حقارت سے دیکھیں گے) دین حق نے یہ کہاں بتایا ہے کہ زبردستی دوسروں کو کسی مذہب پر چلنے کے لئے مجبور کیا جائے اور پھر یہ کہاں کی عقل مندی اور شرافت ہے کہ اہل سنت تو دوسرے مذہب کے پیشواؤں کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اور دوسرے گروہ والے اہل سنت کے بزرگوں کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوں۔ اور اس غیر توازن کو صلح و آشتی کا معیار سمجھا جائے۔ یہ کب اور کیسے درست ہے۔

ایک سوال

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ بعض بزرگ یزیدؓ کو کیوں برا سمجھتے ہیں۔ اسکی وجہ کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی دماغ کی تکوین کچھ اس طرح کی گئی ہے کہ اس میں جب کوئی چیز جڑ پکڑ جاتی ہے۔ تو جب تک معقول دلائل اس کے خلاف نہ ملیں۔ کوئی بھی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اپنے پہلے نظریہ سے نہیں ہٹ سکتا اور کسی طریق سے اسے چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتا۔ بالکل اسی طرح امیر المومنین یزیدؓ کے خلاف ان کو بھی بدقماشوں نے جو صدیوں سے کذب

بیانی کے پہاڑ استوار کیۓ ہوئے ہیں اُنہوں نے ایک ایسی راہ ہموار کرلی ہے کہ اس سے چھوٹا و بڑا کچھ نہ کچھ اثر ضرور قبول کرتا ہے۔ اور دماغ میں جمی ہوئی چیز کا باہر نکالنا پھر اس کی جگہ دوسری چیز کا بٹھانا مشکل نظر آتا ہے۔ اسلئے بعض اوقات بڑے سے بڑا انسان بھی ظاہری حالات سے متاثر ہو جاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالےٰ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اسی طرح ایک موقعہ پر مشتعل ہو کر اپنے بھائی کی داڑھی پکڑ لیتے ہیں۔ جس کے متعلق خود آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تھی۔ کہ اے اللہ میرے بھائی کو میرا مددگار بنا دے، کیوں کہ وہ بہ نسبت میرے خوب بیان کر سکتا ہے۔ مگر صرف ظاہری واقعات کو مدنظر رکھ کر اپنے بھائی کو لوگوں کے سامنے پکڑ لیتے ہیں۔ مگر حضرت ہارُونؑ کے کہنے پر کہ میں اس معاملے میں پاک ہوں میرا کوئی قصور نہیں، خواہ مخواہ مجھے لوگوں کے سامنے بے عزت نہ کیجیۓ۔ تب کہیں حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑتے ہیں۔ اسی طرح کے بہت سے واقعات آپ کو تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہونگے جن سے پتہ چلتا ہے کہ انسان ظاہری اسباب کی بنا پر ان سے ضرور اثر پزیر ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کوفیوں کے شر انگیز جھوٹے واقعات اپنا تھوڑا بہت اثر عوام الناس کے اذہان پر چھوڑے ہوئے ہیں۔ کاش کہ لوگ ذرا عقل سلیم سے کام لیں اور سوچیں کہ ان بے راہ لوگوں نے کس طرح جھوٹے سکوں پر ملمع سازی کر کے دوسرے لوگوں کو بھی بے راہ رو ہونے پر مجبور کر دیا ہے۔ لہٰذا ان واقعات اور دلائل کو جو کتاب و سنت کی روشنی میں پیش کیۓ جا رہے ہیں۔ اور

باقی دوسرے واقعات کو ذہن نشین فرما کر بار بار ان پر غور کریں اور سوچیں کہ جس کی وجہ سے آپ لوگ امیر المومنین یزیدؓ کو برا کہتے ہیں وہ یعنی خاندان سیدنا علیؓ بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان تو امیر یزیدؓ کو امیر المومنین کے لقب اور نیک دعاؤں سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ لیکن قاتلان حسینؓ کی اولاد سبائی کوفیوں نے اپنے بزرگوں کی خفت مٹانے اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے طرح طرح کے من گھڑت قصے تاریخ اسلام میں داخل کر دیۓ۔ جن کو علامہ ابن خلدون اس طرح بیان کرتے ہیں

ابن خلدون کی حق بیانی

لیکن کیا کیا جائے نا اہلوں نے من گھڑت خرافات و بے بنیاد باتیں تاریخ میں ملا دیں اور لغو و کمزور و بے بنیاد باتوں کو اِدھر اُدھر سے لے کر یا خود ساختہ شامل کر لیں اور پھر بعد میں آنے والے بہت سے لکیر کے فقیر ہو کر ان ہی کے قدم بقدم چلے اور اپنی سنی سنائی باتوں کو ہم تک پہنچایا نہ انہوں نے واقعات کے اسباب پر نظر رکھی اور نہ خاص خاص حالات کو لحاظ میں لائے اور نہ بے اصل اخبار اور محض ذٹلیات سے تاریخ کے دامن کو پاک کیا۔

چنانچہ.. موجودہ اکثر و بیشتر تاریخیں اسی لئے تحقیق و تنقیحی پہلو سے یکسر خالی ہیں اور صاف و معرّیٰ ہیں اور محض وہمی باتوں سے سراسر اٹی پڑی ہیں کیونکہ تقلید کا مادہ زیادہ تر لوگوں میں پیوست ہے اور نا اہلوں کا فنون علم پر پورا پورا تسلط ہے۔ غرض جہالت کی تاریکی لوگوں پر بری طرح چھائی ہوئی ہے (مقدمہ ابن خلدون ص ۳۴)

پھر لکھتے ہیں

ان کے بعد مقلدین و کوتاہ بین نظر و عقل مورخین

کا دور دورہ شروع ہوا ہے جو انہی سابقین ابن الکلبی، محمد بن عمر الاسدی (وطبری) کی لکیر پیٹنے لگے اور انہی کے اقوال کو نمونہ و مثال بنانے لگے (مقدمہ ابن خلدون ص۳۵)

مزید لکھتے ہیں

چنانچہ اکثر و بیشتر مورخین و مفسرین اور ناقلین نقل حکایات ووقائع میں غلطیوں کا شکار ہو گئے۔ محض اس لئے انہوں نے صرف نقل پر بھروسہ کیا خواہ وہ قابل رد ہو یا قابل قبول۔ اور پھر ان کو نہ تو اصول کے مطابق پرکھا اور نہ ہی اخبار پر گہری نظر ڈالی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حق سے بھگ گئے اور وہم و غلطی کے جنگل میں بھٹکتے پھرے (ص۳۹ مقدمہ ابن خلدون)

نیز کہتے ہیں کہ

(۱) انسان کی یہ فطرت ہے کہ وہ سادہ ذہنی میں جب کوئی بات سنتا ہے تو اسے وہ تنقیدانہ نظر کی کسوٹی پر رکھتا ہے یہاں کہ سچ جھوٹ سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ اور جب کسی رائے یا عقیدے کا پہلے سے پیرو کار ہوتا ہے۔ تو وہ اپنی رائے و عقیدہ کے موافق جب چیزوں کو یکدم قبول کر لیتا ہے۔ گویا کہ جانب داری و پاس داری کی پٹی اسکی چشم بصیرت پر بندھ جاتی ہے۔ اور وہ سنی ہوئی خبروں کی چھان بین اور تحقیق سے باز رہتا ہے۔ اسی لئے وہ جھوٹی خبر کو بلا قائل قبول کر لیتا ہے اور پھر بے دھڑک اس کی نقل بھی کرتا ہے (مقدمہ ابن خلدون ص۴۵)

آخر میں لکھتے ہیں

انسان طبعاً عجیب بات کہنے کا دلدادہ ہے اور اعتراض یا تنقید سے غفلت پرتے ہوئے اسکو جلد زبان پہ لے آنے کا عادی ہے۔ وہ نفس کی بھول چوک یا اسکے ارادے پر اسکی جانچ پڑتال نہیں کرتا اور وہ نقل خبر میں اسکی سند یا اس کے واسطے کی

تحقیق نہیں کرتا اور نہ ہی خبروں کو بحث و تحیص کی کسوٹی پر گھسٹا ہے۔ اس لئے نتیجہ ہوتا ہے کہ زبان کی لگام کو ڈھیل دیدتیا ہے اور اسے جھوٹ کے میدان" خوب آزادی عطا کرتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ کی آیات کا تمسخر اڑاتا ہے ساتھ ہی لغو باتوں کی اشاعت کر کے دوسروں کو گمراہ کرتا ہے (مقدمہ ابن خلدو طبع کراچی ص۴۱)

اہل بصیرت قارئین! علامہ موصوف کی تحریر کو بار بار پڑھیں، اور اس پر خوب اچھی طرح غور فرمائیں۔ علامہ صاحب نے تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کرنے والوں کی نشان دہی کر کے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جو تاریخ آج ہمارے پاس ہے وہ زیادہ تر غلط اور بے بنیاد روایتوں سے پر ہے۔ او ان ہی من گھڑت قصوں سے متاثر ہو کر اکثر مسلمان حقیقت سے دور ج چکے ہیں اور بعض بزرگوں کی غلط عقیدت و محبت من انصاف اور دیانت سے ہٹ کر غلط باتوں کا شکار ہو کر خرافات میں کھو چکے ہیں۔

بتانِ عجم کے پجاری تمام ۔ تمدن تصوف شریعت کلام
حقیقت خرافات میں کھو گئی (اقبالؒ ۔ یہ امت روایات میں کھو گئی

بدیں وجہ بندہ نے کوشش کی ہے کہ یہ پیش کش فرحات سے صبر ک اور حقائق پر مبنی اصولوں سے کما حقہ مزین ہوتا کہ صاحب دل و دماغ اس ت کچھ فائدہ حاصل کر سکیں۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر ۔ مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اث
(علامہ اقبالؒ)

اس کتاب سے ہماری قطعاً یہ غرض و غایت نہیں کہ اس سے کسی فرقے یا فرد کی دل آزاری کی جائے۔ ہم ایسا خیال لانا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ اسلام کسی دوسرے کی دل آزاری کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ اسی لئے کسی بزرگ کی شان میں گستاخی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور ساتھ ساتھ بندہ کو اس بات کا بھی کلی طور پر اعتراف ہے کہ صاحب علم حضرات سے بہت ہی پیچھے ہوں۔ اور مجھے اپنی کمزوریوں کا پورا پورا احساس ہے نہ زبان پر پورا پورا عبور حاصل ہے اور نہ ہی تحریر و تقریر سے کما حقہ واقفیت۔ اس لئے اہل علم حضرات سے التجا ہے کہ تحریری خامیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بندہ کے پیش کردہ دلائل کو نگاہ میں رکھیں۔ اگر دلائل قرآن و سنت کی روشنی میں ہوں تو متلاشیان حق کی طرح ان کو قبول کریں، آپ کے لئے باعثِ رحمت ہوں گے۔ بندہ اگر سعی کر رہا ہے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کے مطابق کہ اگر تم ایک بھی حق بات جانتے ہو تو وہ دوسروں تک پہنچا دو۔ وما علینا الا البلاغ

نہ عالم ہوں نہ علامہ نہ رکھتا ہوں کوئی ڈگری
میں پیروکار ہوں ان کا کہا حق نے جنہیں امی
پڑھو میرے دلائل اور کرو ایمان کو تازہ
میری تحریر ہے گویا مشیت حق تعالیٰ کی

ابو یزید بٹ رحمہ اللہ

واقعہ کربلا کے رواۃ

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا۔

ترجمہ۔ اور ان لوگوں کو چھوڑ دو۔ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور بے حقیقت تماشہ بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔ سورۃ الانعام آیت

شریعت کے احکام جنکو نہ بھائیں
وہ جھوٹی روایات سب کو سنائیں
شرارت کریں اور فتنے اٹھائیں
صحابہؓ کو کافر کہیں دل دکھائیں
یہ کوفی ہیں دشمن خدا کے نبی کے
جو سچ پوچھتے یہ ہیں دشمن سبھی کے
بزرگوں کو کوئی تبرے سنائیں
تقیہ کو اعلیٰ عبادت بنائیں
اماموں کو رب اور نبیؐ سے بڑھائیں
یہ کوفی ہیں یا آسمان کی بلائیں
حسینؓ و علیؓ اور عثمان کے قاتل
شرافت کے دشمن حقارت کے قابل
یہ کفر اور باطل کے دلدادہ سارے
نشہ میں ضلالت کے سرشار سارے
یہ اسلامیوں سے ہیں بیزار سارے
ہیں اسلام سے دور بدکار سارے
نفاق اور بغاوت سے مخمور کوفی
صداقت ہدایت سے ہیں دور کوفی

ابو یزید بٹ

کوفیوں کے اکابر اور ان کی حرکتیں حقیقت میں کا ذبوں کا ٹولہ

(۱) محمد بن سائب الکلبی و کوفی متوفی ۱۴۶ھ (۲) ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی متوفی ۱۷۰ھ (۳) ہشام الکلبی متوفی ۲۰۴ھ السری بن اسماعیل کوفی اور عماد الدین۔ علی بن مجاہد وغیرہ بھی شیعہ راوی ہیں۔ اول الذکر کا دادا البشیر بن عمرو الکلبی ہے۔ یہ شخص اپنے تین بیٹوں۔ السائب۔ علبید اور عبدالرحمٰن کے ساتھ جمل وصفین کی لڑائیوں میں سیدنا علی رض کی فوج میں شامل تھا۔ اور محمد الکلبی کا باپ السائب اموی خلیفہ عبدالملک رح کے خلاف سیدنا حسین رض کے داماد مصعب بن زبیر کے ساتھ لڑائی میں مارا گیا تھا اور خود یہ راوی محمد الکلبی عبدالملک کے خلاف ابن اشعث کی بغاوت میں شریک ہو کر الجماجم کے معرکہ میں موجود تھا (معارف ص ۲۳۳)
ہشام الکلبی اسی مذکورہ الکلبی کا بیٹا تھا۔ اور ابو مخنف کا دادا سعید بھی جنگ صفین میں اپنے خاندان کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علی رض کی عراقی فوج میں شامل تھا (معارف ص ۲۳۳)

محدثین اور واقعہ کربلا کے راوی

بخاری کا قول ہے کہ سفیان یہ کہتے تھے کہ کلبی نے مجھ سے کہا ہے جتنی روائیتیں میں ابو صالح سے نقل کروں وہ جھوٹی ہیں۔ یزید بن زریع کا قول ہے۔ کلبی عبداللہ بن سبا کے فرقہ کا آدمی تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی عبداللہ بن سبا کے فرقے میں سے تھا۔ اور ان لوگوں میں سے تھا جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ علی رض نہیں مرے اور وہ پھر دنیا میں آویں گے۔ اور جب

وہ بادل کو دیکھتا تو کہتا تھا کہ امیر المومنین اس میں ہیں۔ تنبوزکی یہ کہتے تھے کہ میں نے کلبی سے یہ سنا کہ میں سبائی مذہب کا ہوں۔ یعنی عبداللہ بن سبا کے مذہب میں ہوں جس بن یحییٰ یہ کہتے تھے کہ میں نے کلبی سے یہ سنا ہے کہ جبرائیل ع علی رض سے وحی بیان کرتے تھے۔ احمد بن زہیر کا قول ہے کہ میں نے احمد بن حنبل رح سے پوچھا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز ہے انہوں نے کہا جائز نہیں۔ جوزجانی وغیرہ نے کلبی کو کذاب کہا ہے اور دار قطنی اور ایک جماعت نے اس کو متروک کہا ہے۔ ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی کا مذہب اور جھوٹ کھلا ہوا ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ اور کلبی بواسطہ ابو صالح کے ابن عباس رض سے روایت کرتا ہے۔ حالانکہ ابو صالح نے ابن عباس رض کو دیکھا ہی نہیں۔ کلبی ایسا شخص تھا کہ کتابوں میں اس کا ذکر جائز نہیں۔

(ص ۴۷ تا ۷۵ نصیحۃ الشیعہ)

ابو مخنف شیعہ تھا۔

اہل شیعہ کے ہاں "تنقیح المقال" من رجال ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں بھی ابو مخنف کے بارے میں لکھا ہے۔ وکان شیعیاً امامیاً یعنی ابو مخنف امامیہ شیعہ تھا۔
ہشام اکثر ابو مخنف ہی سے روایت کرتا ہے۔ ہشام خود غیر ثقہ راوی ہے۔ اور اس کا ماخوذ اس سے بھی زیادہ غیر ثقہ ہے۔ لہٰذا اسکی روایات تو بالکل اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ ہشام بن محمد بن سائب الکلبی متوفی ۲۰۴ھ سے بھی واقعہ کربلا کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ یہ راوی بھی ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبل عساکر دار قطنی سب ہی نے اسے متروک قرار دیا ہے۔

میزان الاعتدال ذہبی جلد ۲ ص ۵۵

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ابومخنف قابل اعتماد نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان میں ابومخنف کے بارے میں فرماتے ہیں ولا یوثق بہ۔ یہ قابل اعتماد نہیں ہے۔ دار قطنی نے بھی اسے ضعیف راوی کہا ہے۔ یحییٰ بن معین بھی اسے غیر معتبر سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ابومخنف کے بارے میں اُنہوں نے کہا تھا۔ وہ تو کچھ چیز بھی نہیں۔ (لسان المیزان جلد ۴ صہ ۴۹۲)

مولانا احتشام الدین صاحب مراد آبادی نصیحۃ الشیعہ صہ ۸۷ جلد ا میں لکھتے ہیں کہ یہی چند چالاک شخص اس مذہب کے موجد ہیں۔ جیسا کہ ابوبصیر اور زرارہ اور دونوں ہشام اور ابوجعفر احول صاحب الطاق وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب لوگ اس کمیٹی کے ممبر تھے جو عبداللہ بن سبا کے وقت قائم ہوئی تھی انہی بزرگوں نے ائمہ سے عقائد و مذہب شیعہ نقل کئے اور امامت کا مسئلہ ایجاد کیا۔

صاحب کشف الاوال کہتے ہیں کہ ابومخنف کذاب ہے

صاحب کشف الاوال فی نقد الرجال صہ ۹۲ پر لکھتے ہیں کہ ابومخنف لوط بن یحییٰ کذاب تھا اسی طرح تذکرۃ الموضوعات نام لکھ کر کذاب کہہ کر تعاون کرتے ہیں صہ ۲۸۶ سیوطی اللآلی المصنوعہ فی احادیث الموضوعہ صہ ۳۸۵ پر ابومخنف اور اسکے ہم داستان الکلبی دونوں کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ لوط الکلبیؔ کذابان ؎
امام ذہبی میزان الاعتدال میں ابومخنف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ کذاب لائق اعتبار نہیں ہے۔ دار قطنی نے اسے ضعیف بتایا ہے۔ اور ابن معین فرماتے ہیں

کہ یہ تو کسی اعتبار کے لائق ہی نہیں ہے۔ مرہ کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ ابن عدی فرماتے ہیں یہ تو کٹر شیعہ ہے اور خبریں بھی شیعوں ہی کی شائع کرتا ہے۔ اور تاج العروس شرح القاموس جلد ۶ صہ ۱۰۵ پر ابومخنف کا اخباری شیعہ ناصف متروک کہہ کر تعارف کرایا گیا ہے۔ اور پھر اسی طرح صاحب معجم الادباء نے جلد ۱ صہ ۴۲ پر اس کے متعلق ائمہ رجال کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ابومخنف کوفی تھا۔ اس لئے اس کی روایتیں کسی کام کی نہیں ہیں۔

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی سبائی ہیں

محمد بن السائب الکلبی اور ابونصر کوفی دونوں کے متعلق ابن حبان لکھتے ہیں کہ یہ الکلبی سبائی تھا اور ان لوگوں میں سے تھا۔ جو کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو موت نہیں آئی وہ واپس آکر دنیا کو پھر عدل سے اسی طرح بھر دیں گے جس طرح ظلم سے بھری پڑی ہے (صہ ۶۲ جلد ۳ میزان الاعتدال)

شیخ الاسلام حضرت امام ابن تیمیہؒ نے بھی ان تمام راویوں کو جھوٹا فرمایا ہے۔

لکھتے ہیں

ابومخنف ہشام بن محمد السائب الکلبی اور ان جیسے راویوں کا دروغ گو اور جھوٹا ہونا اہل علم کے نزدیک جانی پہچانی بات ہے (منہاج السنۃ صہ ۱۳ جلد ۱)

طبری شیعہ تھا

ابومخنف جیسا کہ محدثینؒ کے اقوال سے ثابت ہے کہ یہ کوفی سبائی تھا اس نے اپنے بڑوں کی خفت دور کرنے کے لئے مبالغہ آرائیوں اور داستان سرائیوں کے پہاڑ کھڑے کر کے آنے والوں کی آنکھوں میں خاک ڈالنے کے لئے طرح طرح کی وضعی روایتوں کو کتابی شکل

دیگر دنیا کے سامنے پیش کیا جس کو سب سے پہلے طبری نے اپنی کتاب میں
کر کے کذابوں کی تقلید کی کیونکہ وہ خود شیعہ تھا اور اس پروپیگنڈے کو عام کرنا اپنا
مذہبی فرض سمجھتا تھا۔ حافظ احمد بن علی اسلیمانی جیسے بلند پایہ محدث کا قول ہے کہ ابن
جریر طبری شیعوں کے لئے حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ کان یضع للروافض اس کی تاریخ اور
کتب کی ورق گردانی کیجئے تو شیعہ شعار کے مطابق شیعوں کے اماموں کے نام کے ساتھ
علیہ السلام یا صلواۃ اللہ علیہ وغیرہ کے الفاظ ملیں گے اور اس کے برعکس بعض صحابہ
کرامؓ اور خلفائے اسلام کے ناموں کے ساتھ لعن تک کی تحریر لکھی ہوئی نظر آئیگی
ان کی تاریخ جلد ۱۳ صـ۲۲ پر معاویہ لعنت اللہ لکھا ہوا ہے اور صـ۲۹ پر یزید بن معاویہ رضی
عنہما اللہ درج ہے۔ حافظ ابن کثیر ماہ شوال سنہ ۳۱۰ھ کے احوال میں لکھتے ہیں کہ
جب طبری کی وفات ہوئی تو حنبلی فرقہ کی ایک جماعت نے اس کو مسلمانوں کی قبروں
میں دفن نہ ہونے دیا اس لئے اسے اس کے مکان کے اندر ہی دفن کیا گیا۔ کیوں کہ
وہ لوگ اس کو شیعہ سمجھتے تھے (البدایہ النہایہ صـ۱۴۶ جلد ۱۱)

قارئین کرام! وہ لوگ جو مذہب کو افیوں کا نشہ سمجھتے ہیں کسی حد تک صحیح
کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا واسطہ ہی ایسے لوگوں سے پڑا ہوتا ہے جو خدا پرستی اور
مساوات کے اصول سے ہٹ کر اندھی عقیدت کے در پر اپنا سب کچھ قربان کر دیتے
ہیں ایسے لوگ اپنے مخالف پر ہر طرح سے حملہ کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں۔ انکے
نزدیک دوسرے لوگوں کو جب تک وہ ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائیں زندہ رہنے کا
کوئی حق نہیں۔ ان کی ہر بات حقیقت سے دور ہوتی ہے۔ یہ دن رات خود ساختہ
باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں جو اہل عقل کے نزدیک بے سروپا ہوتی ہیں۔ خود تو کسی اصول

کے پابند نہیں ہوتے لیکن سنی سنائی اور خود ساختہ باتوں سے دوسروں کو گمراہ کرنے
میں ہی اپنی نجات سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے
جو سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے، لکھتے ہیں کہ یہ لوگ سنی سنائی اور جھوٹی باتوں سے
لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ اہل نظر! آپ حادثہ کربلا کے واحد جھوٹے راوی ابومخنف کی
تعریف شیعوں کے زمانہ حال کے مورخ جناب شاکر حسین امروہوی کی مشہور کتاب "مجاہد اعظم"
سے سنیں اور فیصلہ فرمائیں کہ ابومخنف نے جو کچھ پیش کیا ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے،

شاکر حسین صاحب مولف "مجاہد اعظم" ابومخنف کو جھوٹا سمجھتے ہیں

مجاہد اعظم کے شیعہ مولف جناب شاکر حسین امروہوی لکھتے ہیں۔ (۱) ہم واضح طور پر
تسلیم کرتے ہیں کہ بعض واقعات جو نہایت مشہور اور سینکڑوں برس سے شیعوں اور سنیوں
میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔ سرے سے بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔
ہم اس کو بھی مانتے ہیں کہ علماء کے طبقے کے بڑے بڑے اراکین، مفسر ہوں یا محدث
مورخ ہوں یا دوسرے مصنفین۔ متقدمین یا متاخرین یکے بعد دیگرے ان کو بلا سوچے
سمجھے نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور ان کی صحت و غیر صحت کا معیار اصول پر نہیں
جانچا۔ اس تساہل و تسامح کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلط اور بے بنیاد قصے عوام تو عوام خوص
کے قلوب و اذہان میں بھی راسخ اور استوار ہو گئے کہ انکا انکا گویا بدیہات کا انکار ہے صـ۱۶۳

فرضی اور ناممکن العمل قصوں کا طومار

صد ہا باتیں طبع زاد تراشی
گئی ہیں۔ واقعات کی تدوین

شیعہ مورخ شاکر حسین امروہوی کی کتاب مجاہد اعظم کی پہلی جلد ... ناشر ... کراچی نے طبع کر ...

عرصہ دراز کے بعد ہوئی۔ رفتہ رفتہ اختلافات کی اس قدر کثرت ہوئی کہ سچ کو جھوٹ سے اور جھوٹ کو سچ سے علیحدہ کرنا مشکل ہو گیا۔ ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی کربلا میں موجود نہ تھا۔ اسلئے ان واقعات کو اس نے بھی سماعی طور پر لکھا ہے۔ لہٰذا "مقتل ابو مخنف" پر بھی پورا وثوق نہیں۔ پھر لطف کی بات یہ کہ "مقتل ابو مخنف" کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف البیان ہیں اور ان سے صاف پایا جاتا ہے کہ خود ابو مخنف واقعات کے جامع نہیں۔ بلکہ کسی اور ہی شخص نے ان کے بیان کردہ سماعی واقعات کو قلمبند کر دیا ہے مختصر یہ کہ شہادت امام حسین کے تمام واقعات ابتداء سے انتہا تک اس قدر اختلافات سے پر ہیں کہ اگر ان کو فرداً فرداً بیان کیا جائے تو کئی ضخیم دفتر فراہم ہو جائیں۔ اکثر واقعات مثلاً اہل بیت پر تین شبانہ روز پانی کا بند رہنا۔ فوج مخالف کا لاکھوں کی تعداد میں ہونا شمر کا سینہ اطہر پر بیٹھ کر سر جدا کرنا آپ کی لاش مبارک سے کپڑوں تک کا اتار لینا۔ نعش مطہر کا لگد کوب سمہ اسپاں کیا جانا۔ سراوقات اہل بیت کی غارتگری۔ نبی زادیوں کی چادریں تک چھین کر رعب جمانا وغیرہ وغیرہ۔ بہت ہی مشہور اور زبان زد عام وخاص ہیں حالانکہ ان میں سے بعض غلط بعض مشکوک بعض ضعیف۔ بعض مبالغہ آمیز اور بعض من گھڑت ہیں (مجاہد اعظم ص۱۶۸)

پھر لکھتے ہیں

(۳) سید الساجدین (زین العابدینؑ) حالت بیماری میں خیمہ کے اندر موجود تھے، حسن مثنیٰ یا وہ لوگ جو شہادت پر فائز نہیں ہوئے۔ ان سے کوئی واقعہ مروی نہیں ہے۔ جس شخص نے جیسے سنا دوسرے سے کہا۔ دوسرے نے تیسرے سے بیان کر دیا۔ بیانِ واقعات میں کسی راوی

سے سہو ہوا کسی نے بیان واقعہ کی اصلیت کو افراط و تفریط سے مسخ کر دیا (مجاہد اعظم ص۱۷۲)

سبائی شیعہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں

آنحضور صلعم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ آنے والے زمانے میں ایک قوم ہو گی جو عیب وجو ہو گی اور یہی اس کی شناخت ہو گی وہ رافضی کہلائیں گے۔ ان سے لڑو اللہ انکو ہلاک کرے۔ وہ مشرک ہوں گے (سراج الوہاب ص۵۷ بحوالہ قاطع الانف)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ بھی کو فیوں کے خلاف تھے

رافضی لوگوں پر خدا کی لعنت اسکے فرشتوں کی لعنت اور تمام مخلوق کی تا قیامت ان پر لعنت روئے زمین پر ان میں سے کوئی باقی نہ رہے، کیوں کہ یہ اپنے علو میں انتہا تک جا پہنچے ہیں۔ کافر ہو گئے ہیں۔ خدا کے تعالےٰ کی پناہ ان لوگوں سے جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین مع زبدۃ السالکین ص۱۵۷)

اہل کوفہ کے بارے میں موقر مولفین کی حق گوئی

مہر الدین صاحب مصنفؒ "حرمت تعزیہ" لکھتے ہیں کہ کوفی شیعہ درحقیقت اور دلی طور پر دشمن اہل بیت تھے ان کے دل میں امام باوقار کے احترام کا ذرہ بھر بھی لحاظ نہ تھا اور وہ اپنی ذاتی عداوت کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ جیسا کہ ان کی سابقہ روایات ان پر گواہ ہیں، کہ انہوں نے حضرت علیؓ شیر خدا اور امام حسنؓ کو سخت پریشان کیا اور خلافت سے دست بردار ہو جانے پر مجبور کر دیا اور بڑی بڑی نافرمانیاں کیں حتی کہ ائمہ اطہار کو رہے اور گریہ الفاظ میں انہیں یاد کرنا پڑا پس بظاہر انہوں نے بطور تقیہ اپنی محبت کا اظہار کیا، اور جان و مال قربان کرنے کا وعدہ کیا اور حضرت امام کو منگوا کر اپنی ذاتی دشمنی کو پورا کیا اور ثواب تقیہ بھی حاصل کیا (ص۱۴۳)

حرمت تعزیہ طبع لاہور

اکبر شاہ نجیب آبادی کا اعلان حق

اب تک جسقدر حالات بیان ہو چکے ہیں ان سب کے مطالعہ سے کوفہ اور اہل کوفہ کی نسبت قلب میں عجیب عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب اور غیر العقول بستی نظر آنے لگتی ہے۔ عبداللہ بن سبا، اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ میں کامیابی حاصل ہوئی اہل کوفہ ہی حضرت عثمانؓ کے قتل میں پیش پیش تھے۔ اہل کوفہ ہی حضرت علیؓ کے سب سے بڑے فدائی اور شیدائی تھے پھر اہل کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا۔ اور وہی ان کی ناکامیوں کا باعث ہوئے (اور انہوں نے ہی آخر آپ کو قتل کر دیا) انہی اہل کوفہ نے حضرت امام حسن کو آزار پہنچایا۔ (اور بھاگ گئے پر مجبور کیا) اور پھر اہل کوفہ ہی حضرت حسینؓ کی خلافت پر آمادہ ہوئے آخر یہی کوفی حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث ہوئے۔ اور انہوں ہی نے بڑی بیدردی سے کربلا میں بلا کر ان کو قتل کر دیا (ص ۱۴۹ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ نجیب آبادی)

مورخ صادق حسین صاحب کہتے ہیں

حقیقت میں یہ لوگ کوفی بڑے دغاباز۔ مکار عہد شکن محسن کش۔ احسان فراموش۔ خود غرض۔ مطلبی اور بندہ حرص و آز تھے۔ (ص ۱۶۹ جلد ۲ تاریخ اسلام صادق حسین)

آزاد غیر مسلم مورخ ڈوزی کی رائے

کہ عراق کا ملک سیاسی مفسدہ پردازوں اور فتنہ انگیزوں کا معدن اور قزاقوں کا مسکن تھا۔ (ص ۷۶ عبرت نامہ اندلس ڈوزی اردو طبع لاہور)

اب اہل نظر کے سامنے آگے چل کر شہادت حسینؓ کے موقعہ پر خود سیدنا حسینؓ آپ کے

دوستوں۔ آپ کی محترم بہنوں، بیٹیوں سیدنا زین العابدین اور دوسرے بزرگوں کے کوفیوں سے خطاب پیش کئے جائیں گے۔ لہذا اہل بصیرت کو دیکھنا چاہیئے کہ منقولہ حوالجات کی روشنی میں کیا یہ چیز روز روشن کی طرح عیاں نہیں۔ کہ یہ کوفی راوی غایت درجہ دروغ گو اور گمراہ کن خیالات کے مالک ہیں۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی گفتار پر اعتبار کر لیا جائے۔ کیا عقل اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ ان کی دروغ گوئی کو سچائی کا نام دیا جائے۔ دراصل یہ سبائی دشمن اسلام ہیں۔ نہ تو یہ قرآن پاک کو سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی آنحضور صلعم کی عزت و ناموس کا انکو پاس تھا۔ ان کی بداعمالیوں اور زیادتیوں نے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ سوائے فتنہ و فساد فی الاسلام والمسلمین۔ شاید انہیں کچھ مرغوب ہی نہیں تھا۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے سیدنا عثمان غنیؓ فرشتہ سیرت انسان کو شہید کیا تھا سیدنا علیؓ سے بیوفائی کی، پھر سیدنا حسنؓ سے بہت بری طرح پیش آئے اور پھر سیدنا حسینؓ کو خطوط لکھ لکھ کر اور اپنے آدمی بھیج کر دھوکہ اور فریب سے کوفہ بلایا جب آپ کربلا ہی پہنچے تھے کہ آپ سے منحرف ہو گئے اور بیدردی سے آپ کو قتل کر دیا اور ماتمی لباس پہن کر دوسروں کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔

سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ کو کوفیوں ہی نے بدنام کیا

قارئین حضرات! جن لوگوں کی فطرت میں غداری اور مکاری ہو اور جو اپنے پیشواؤں اور راہنماؤں کو بھی بیدردی سے قتل کر دیتے ہوں جن کی درندگی اور سفاکی سے اپنے بھی محفوظ نہ ہوں تو پھر ان حالات کے ہوتے ہوئے تو کوئی عقل مند انسان کہ یاد کرنے کو ہرگز تیار نہ ہوگا کہ ان لوگوں نے اپنے مخالف حاکم اور اسکے خاندان کو معاف کیا ہوگا۔ اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ جب کسی شخص سے دشمنی ہو تو اس کی اچھی بات بھی بری لگتی ہے۔ اور

پھر جب تاریخ مرتب کرنے والے ہی وہ لوگ ہوں جن کے ایمان و مذہب کی بنیاد عبداللہ بن سبا نے اسلام دشمنی اور جھوٹے پروپیگنڈے پر رکھی ہو جن کے مذہب میں سب سے افضل عبادت جھوٹ ہو (امام جعفر کا قول ہے کہ دس حصوں میں سے نو حصے دین تقیہ میں ہے جس کا تقیہ نہیں اس کا کوئی دین نہیں ہے۔ اصول کافی ص ۴۸۲)

کیا ان کے مرتب کئے ہوئے واقعات قابل اعتبار ہو سکتے ہیں

گوبلز کہا کرتا تھا کہ جھوٹ کو اسطرح بار بار دہراؤ اور اس کا مسلسل پروپیگنڈا کرو کہ لوگ اسے سچ سمجھنے لگیں۔ لیکن علم جانتے ہیں کہ یہ سبائی پروپیگنڈا مسلسل صدیوں سے جاری ہے اور سال کے بارہ مہینے جاری رہتا ہے بلکہ اس بارہ تیرہ سو سال میں شاید کوئی ایک ساعت بھی ایسی نہ گذری ہو گی جس میں بنی امیہ کے خلاف پروپیگنڈا نہ کیا گیا ہو۔ حادثہ کربلا کے واقعات مرتب کرنے والے ان لوگوں کی اولاد ہیں۔ جو عبداللہ بن سبا کے پروگرام میں شریک تھے۔ اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضؓ کے قتل ناحق میں شامل تھے اور بعد میں سیدنا علی رضؓ اور ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کی جنگ بصرہ میں یہی لوگ تھے۔ جنہوں نے اس خیال سے کہ کہیں فریقین میں صلح نہ ہو جائے شبخون مار کر جانبین کو اندھیرے میں رکھا اور بھائی سے بھائی کا خون کرا دیا۔ اور پھر سیدنا علی رضؓ کی فوج میں داخل ہو کر سیدنا امیر معاویہ رضؓ سے لڑتے رہے۔

اصول شہادت

اہل علم پر مخفی نہیں کہ شہادت کیلئے غیر جانبداری ضروری اور لازمی ہے۔ برعکس اس کے بیوفا جھوٹے اور غدار قسم کے لوگوں پر اعتبار کرنا بھی عقل کے خلاف ہے۔ اس قماش کے لوگ نہ اپنوں کے خیر خواہ ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کے۔ ایسے لوگ کسی کے خیر خواہ ہو بھی کیوں کر سکتے ہیں جن کی فطرت میں سوائے

منافقت اور خود غرضی کے کچھ بھی نہ ہوا۔ اور پھر جب کوئی قوم یا جماعت کسی نیک ہستی کو بظاہر اپنا دنیاوی اور روحانی پیشوا تسلیم کرنے کے باوجود اس کے ساتھ بھی مکر و فریب اور ہر قسم کے ہیر پھیر کرنے سے باز نہ آئے ہر وقت ان کو بھی آزار پہنچانے کی فکر میں رہے۔ تو پھر ایسے لوگوں سے خیر کی توقع کرنا یقیناً عبث ہے ایسے لوگوں کی کسی شہادت پر اعتبار کرنا یا کسی قول و فعل میں انہیں حق پر سمجھنا یا انہیں کسی نیک ہستی کا خیر خواہ خیال کرنا دور اندیشی سے بعید ہے۔ لہذا جن لوگوں کی خود ساختہ روایتوں کو تسلیم کر کے بعض لوگ مسلک صحابہ کرام رضؓ اور منشائے آنحضور صلعم اور اصول اسلام کے مخالف راہ پر چل رہے ہیں عقل سلیم اسکو ہرگز گوارہ نہیں کر سکتی۔ کہ ان کوفیوں کے جھوٹے اور من گھڑت بیانات کو صحیح سمجھا اور شہادت کا مقام دیکر قانون قدرت کی توہین کرنے میں انہیں حق بجانب سمجھا جائے اور سیدنا عثمان رضؓ اور سیدنا علی رضؓ سیدنا حسن رضؓ اور حسین رضؓ ایسے بزرگوں کی روحوں کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اسلئے اس قسم کے فتنہ پرواز لوگوں کے بیانات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔

اہل نظر! اب ذرا غور سے دیکھیں کہ اس قسم کے لوگوں نے اپنے پیشواؤں اور اماموں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا تھا۔ جنکے بہکانے میں آ کر آج مسلمان صحابہ کرام رضؓ کے مسلک سے کہیں دور چلا جا رہا ہے۔

سیدنا علی رضؓ اور حسنین رضؓ بھی کوفیوں سے نالاں تھے

اس سلسلہ میں شیعوں کے مشہور عالموں کی کتابوں سے سیدنا علی رضؓ اور آپ کے صاحب زادوں سے کوفیوں کا سلوک ملاحظہ فرمائیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ (حضرت) معاویہ رضؓ چند تند مزاج لوگوں کو دعوت دیتا ہے

اور وہ بغیر کسی امداد و اعانت اور بخشش و عطا کے اسکی پیروی کرتے ہیں اور میں تمہیں امداد
کے علاوہ تمہارے معینہ عطیوں کے ساتھ دعوت دیتا ہوں مگر تم مجھ سے پراگندہ و منتشر ہو جاتے
ہو اور مخالفتیں کرتے ہو۔ تم تو میرے کسی فرمان پر راضی ہوتے ہو اور نہ اس پر متحد ہوتے ہو
وہ تمہارے جذبات کے موافق ہو یا مخالف ہیں جن چیزوں کا سامنا کرنے والا ہوں (یعنی تم سے
تنگ آ کر جن چیزوں کا آرزو مند ہوں) ان میں سب سے زیادہ محبوب مجھے موت ہے
(ص۱۱۸ نہج البلاغۃ امامیہ کتب خانہ لاہور)

دوسری جگہ سیدنا علیؓ اپنے شیعوں کو اس طرح خطاب فرماتے ہیں۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے
اگر تم میرا کہا نہیں مانتے تمہیں ہدایت کی توفیق نہ ہو اور نہ (ہی) سیدھی راہ دیکھنا نصیب ہو
(ص۱۳۶ نہج البلاغہ لاہور) دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا۔ حیف ہے تم پر میں تمہیں
ملامت کرتے کرتے بھی اکتا گیا ہوں۔ جب تمہیں دشمنوں سے لڑنے کو بلاتا ہوں تو تمہاری
آنکھیں اس طرح گھومنے لگ جاتی ہیں کہ گویا تم موت کے گرداب میں ہو ص۱۵۵
اور پھر فرمایا۔ میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں
بلاتا ہوں تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا برا ہو ص۱۶۶ اور پھر فرمایا۔ جب تم شامی
فوج کو دیکھتے ہو تو تم سب کے سب (اپنے گھروں کے) دروازے بند کر لیتے ہو اور
اس طرح دبک جاتے ہو جس طرح گوہ اپنے سوراخ اور بجو اپنے بھٹ میں جس کے
تمہارے ایسے مددگار ہوں اسے تو ذلیل ہی ہونا ہے ص۱۹۸ مزید فرمایا۔ تم اس حاملہ عورت
کی مانند ہو جو حاملہ ہونے کے بعد جب حمل کے دن پورے کرنے تو مرا ہوا بچہ گرا دے
(ص۱۹۹ نہج البلاغہ کتب خانہ امامیہ لاہور)

شیعہ مؤرخ علی نقی اس طرح بیان کرتے ہیں

لکھتے ہیں

حضرت علیؓ کو اتنی تکلیف اور پریشانی تھی کہ آپ موت کے آرزو مند تھے
تمام کتب تاریخ بالخصوص "نہج البلاغہ" میں آپ کے وہ خطبہ درج
ہیں جو آپ کی کبیدہ خاطری بلکہ روحانی تکلیف کے مظہر ہیں۔ آپ نے انہیں (اپنے کوفی شیعوں کو)
مخاطب کر کے کبھی یہ فرمایا۔ تم نے میرا دل پیپ سے بھر دیا اور میرے سینے کو غم و غصہ سے پر
کر دیا۔ کبھی فرمایا۔ کاش معاویہؓ میرے ساتھ اپنی جماعت کا تمہاری جماعت سے تبادلہ کر لیتا۔
اس طرح جیسے سونے کا تبادلہ چاندی سے ہوتا ہے یعنی تم میں سے دس لیتا اور اپنوں
میں سے ایک مجھے دیتا۔ کبھی فرمایا۔ افسوس کی بات ہے کہ اہل شام متفق ہیں اور تم باہم
تعاون نہیں کرتے اور تم اپنے امام کا کہا نہیں مانتے۔ اور کبھی فرمایا۔ کہ تم لوگوں سے کہا جاتا
ہے کہ جہاد کے لئے چلو۔ جاڑے کے زمانہ میں تو تم کہتے ہو کہ یہ تو کڑاکے کا جاڑا ہے۔
گرمی کے زمانہ میں کہا جاتا ہے کہ جہاد کے لئے نکلو تو تم کہتے ہو کہ یہ تو کڑاکے کی گرمی ہے۔ اتنی مہلت
دیجئے کہ یہ گرمی کم ہو جائے۔ افسوس کہ تم گرمی اور سردی سے اتنا بھاگتے ہو تو تلوار کی آنچ سے
اور زیادہ بھاگو گے۔ یہی وہ جماعت تھی جس سے امام حسنؓ کو سابقہ پڑا تھا۔ آپ ان
لوگوں کی حالتوں سے اچھی طرح واقف تھے: (ص۱۱۳ تا ۱۱۴ "شہید انسانیت" علی نقوی
شیعہ مؤرخ) اگر نقوی صاحب ذرا دیانتداری اور فرقہ پرستی سے ہٹ کر غور فرماتے
تو ان پر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا کہ سیدنا حسینؓ کے ارد گرد بھی وہی بدقماش کوفی
تھے۔ جن کا ذکر خود نقوی صاحب کر رہے اور کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ ان سے بہت
تنگ تھے۔ شیعوں کے رئیس المحدثین کلینی کی الروضہ میں یہ روایت بھی موجود ہے۔

لکھتے ہیں

موسیٰ بن بکر واسطی کا بیان ہے کہ مجھ سے امام ابوالحسن علیہ السلام نے
فرمایا اگر میں اپنے شیعہ کی تمیز کروں تو نہ پاؤں گا ان کو مگر زبانی دعویٰ کرنے

والے۔ اور اگر ان کا امتحان کروں تو نہ پاؤں گا ان کو مگر مرتدین۔ اور اگر ان کو پرکھوں تو نہ خالص نکلے گا ہزار میں سے ایک۔ اور اگر میں ان کی چھان بین کروں تو نہ باقی رہیگا ان میں سے مگر وہ جو میرا تھا وہ مدت سے آراستہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم علیؓ کے شیعہ گروہ ہیں۔ علیؓ کے شیعہ وہی ہیں جن کا فعل ان کے قول کی تصدیق کرتا ہے (کتاب الروضہ صـ۱۰۷ طبع نول کشور) نقوی صاحب اور کلینی صاحب کے علاوہ تمام کتب تاریخ معمولی الفاظ کے تغیر سے تقریباً اسی مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ مثلاً (جلاء العیون ج۳ صـ۲۲۹) آغانی ج۵ صـ۱۴۳) خلیتہ المتقین ج۱ صـ۳۶۱) اور منہاج السنۃ شیخ السلام ابن تیمیہ اور پھر جب یہ لوگ سیدنا علیؓ کو تنگ کرتے کرتے تھک گئے تو آخر ان کی فطری غداری رنگ لائی اور آپ کو ان ظالموں نے شہید کر ڈالا۔ اور پھر سیدنا حسنؓ سے جس خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ وہ بھی ذرا غور سے ملاحظہ فرمادیں۔

سیدنا حسنؓ سے اہل کوفہ کا توہین آمیز سلوک

آپ فرماتے ہیں۔ اے اہل عراق تمہاری تین حرکتوں نے میرے دل کو جلا دیا ہے۔ پہلی یہ کہ تمہیں نے میرے والد بزرگوار کو شہید کیا۔ دوسری یہ کہ تم نے ہی میری ذات پر حملہ کیا تیسری یہ کہ تم نے ہی میرے مال کو لوٹ لیا صـ۸۸۲ باب ہشتم تاریخ اسلام عبد الحلیم شرر)

شیعوں کے روح رواں مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ ان بدفطرت کوفیوں نے سیدنا حسنؓ پر حملہ کرکے آپ کو زخمی کر دیا اور آپ کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک آپ کو اور آپ کے والد ماجد کو کافر تک کہا اور اگر سیدنا حسنؓ کوفہ سے چلے نہ جاتے تو یہ آپ کو قتل ہی کر دیتے۔

"جب ان منافقوں نے حضرت امامؑ کی باتیں سنیں۔ تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے

لگے کہ اسکی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاویہؓ سے صلح کرنا اور خلافت اسکے سپرد کرنا چاہتا ہے۔ پس وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ وہ اپنے باپ کی مانند کافر ہو گیا ہے اور وہ سب حضرت کے خیمے پر لوٹ پڑے اور آپکا اسباب لوٹ لیا۔ یہانتک کہ آپ کا مصلا آپکے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لیا۔ اور آپ کی چادر مبارک آپکے کندھے سے اتار لی۔ آپ نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو گئے۔ آپکے اہل بیت اور تھوڑے سے شیعہ آپکے ارد گرد تھے جب آپ راستہ میں پہنچے تو قبیلہ بنی اسد میں سے ایک ملعون نے جس کو جراح بن سنان کہتے تھے آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آپ کی ران مبارک پر ایک خنجر مارا جو ہڈی تک چیر گیا۔ بروایت دیگر اس نے آپکے پہلو مبارک پر خنجر مارا اور کہا کہ تو کافر ہو گیا ہے، جیسا کہ تیرا باپ کافر ہو گیا تھا۔ (صـ۴۱۲ جلاء العیون بحوالہ تحفہ شیعہ)

اور طبری اس طرح لکھتا ہے یزید بن وہب جہنی کا بیان ہے کہ جب حسن بن علیؓ مدائن میں نیزے سے گھائل ہوئے میں آپ کی خدمت میں آیا حالانکہ آپ کو درد ہو رہا تھا میں نے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے تحقیق لوگ حیران ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی میری رائے ہے کہ میرے لئے معاویہؓ ان لوگوں سے (یعنی اپنے شیعوں) سے بہتر ہیں، جو دعوی کرتے ہیں کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا اور میرا مال لوٹ لیا قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہؓ سے ایک عہد کر لوں جس سے اپنے خون کی حفاظت کر دوں اور اپنے اہل میں امن سے رہوں۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں اور میرے اہل بیت ضائع ہو جائیں۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہؓ سے جنگ کروں تو یہی لوگ مجھے گردن سے پکڑ کر اس کے حوالہ کر دیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر میں معاویہؓ سے صلح کر لوں تو قتل ہونے سے محفوظ رہوں۔ مزید فرمایا لیکن میں نے اہل کوفہ کو پہچان لیا ان کو آزما لیا ان میں جو فاسد ہے میرے لائق نہیں

تحقیق ان میں کچھ وفا نہیں اور نہ ہی ان کے قول و فعل پر اعتماد ہے۔ وہ مختلف ہیں اور ہم سے کہتے ہیں کہ ہمارے دل تمہارے ساتھ ہیں۔ حالانکہ ان کی تلواریں ہم پر کھنچی ہوئی ہیں۔

(ص ۱۴۸ و ۱۴۹ کتاب الاحتجاج طبرسی)

مورخ صادق حسین بھی تائید کرتے ہیں

حضرت حسنؓ پر کفر کا فتویٰ لگانے سے لشکر میں ہل چل مچ گئی کوئی کہتا کہ حضرت حسنؓ کافر ہو گئے ہیں کوئی کہتا کہ کافر نہیں ہوئے چونکہ سبائیوں کی کثرت تھی اسلئے کافر کہنے والے زیادہ ہو گئے اور ان کا اسقدر زور ہوا کہ بہت سے سرکش لوگ کافر کافر کہتے ہوئے حضرت حسنؓ کے خیمہ میں گھس گئے اور آپ کا لباس کھینچ کھینچ کر جگہ جگہ سے پھاڑ ڈالا۔ (ص ۹۰۹ تاریخ اسلام صادق۔)

کند ہم جنس باہم جنس پرواز کبوتر با کبوتر باز با باز

قارئین! جن لوگوں کے مذہب کی بنیاد ہی لعن طعن اور دشنام ترازی اور آخر کار بزرگوں کو قتل کرنا ہو ایسے لوگوں کی شہادت تو بہت بڑی چیز ہے ان کی کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو قبول کرنا بھی عقل مندی کے خلاف ہے بائیں وجہ شرافت اور دیانت کے بالکل برعکس ہے کہ ایسے نازک واقعات کے متعلق ان کی گواہی کو قبول کیا جائے اور ان لوگوں کو ثقہ تسلیم کیا جائے اب اہل ایمان کے سامنے ان حالات میں دو پارٹیاں ہیں اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ سچا فریق کون سا ہے اور جھوٹا کون سا۔

(اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک ترین ساتھی صحابہ کرام جن کے عمل اور فرمان اہل نظر کے سامنے کتاب میں پیش کر دیے گئے ہیں خود سرکار دو عالم نبی صلعم

نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ میرے صحابہؓ آسمان اسلام کے ستارے ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت و کامیابی سے ہمکنار ہو جاؤ گے۔

(دوئم) یہ سبائی کوفی ہیں جن کا خمیر عبداللہ بن سباء کے ناپاک ہاتھوں سے اٹھایا گیا۔ جن کے متعلق بڑے بڑے جید اور پایہ کے بزرگوں کے اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ بھی امید ہے کہ آپ حضرات ان جھوٹی اور وضعی روایات کو حقیقت کا جامہ پہنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنے والوں سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہونگے۔ اب ایک طرف تو اسلام کی مایۂ ناز ہستیاں ہیں اور دوسری طرف تخریب پسند دین میں تفرقہ ڈالنے والے سبائیوں کے ایجنٹ حاشیہ بردار اور ففتھ کالم جن کو بزرگان دین کاذب جھوٹے اور بے ایمان ثابت کر چکے ہیں۔ اندریں حالات فیصلہ آپ کے اپنے اختیار میں ہے جس طرف چاہیں کمند خیال ڈال دیں اور سیدنا امیر معاویہؓ کاتب وحی اور امیر المومنین یزیدؒ کی بلند شخصیتوں کو من گھڑت اور شر انگیز تہمتوں سے مبرا قرار دیکر اپنے خیالات درست فرما دیں اور یہ یاد رکھیں کہ یہ حکم خداوندی بھی ہمارے ہی لئے ہے۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۭ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۙ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۭ

ترجمہ۔ سو جو دیتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اور اچھی بات کی تصدیق کرتا ہے، تو ہم اسے آسانی کی طرف راہ دکھائیں گے اور جو بخل کرتا ہے اور وہ پرواہ نہیں کرتا اور اچھی بات کو جھٹلاتا ہے تو ہم اسے تنگی و دشواری کی طرف چلائیں گے۔

(سورت لیل قرآن کریم)

باب دوم

خلافت بنی امیہ

خلافت بنی امیہ سنہ ۴۱ ہجری سے سنہ ۱۳۲ ہجری تک ایسی کامیاب اور کامران رہی کہ امت مسلمہ کے لئے باعث عزت وکامیابی اور فلاح کا موجب بنی دنیا کا تقریباً ۲/۱ حصہ اسی عہد میں اسلام کی دولت سے مالا مال ہوا۔ اور یہ عہد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے فرقہ پرستی سے بھی پاک رہا کیونکہ یہ دور سرور دو عالم صلعم کے عہد کے بالکل متصل تھا اور سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؓ دونوں بزرگوں کے دور خلافت میں خاص طور پر ایسے بے شمار صحابہ کرامؓ حیات تھے جنہوں نے آنحضور صلعم سے براہ راست فیض حاصل کیا ہوا تھا۔ ان وحی الٰہی کے چشم دید مشاہدہ یافتہ بزرگوں کے موجود ہوتے ہوئے کسی کی کیا مجال تھی کہ وہ دین میں کوئی بدعت داخل کر سکتا اسلئے ہر حالت میں آنحضور صلعم کے اسوۂ حسنہ پر عمل ہو رہا تھا۔ یہ بزرگ گرد و پیش کی متعدد عظیم شخصیتوں اور ملکی و ملی حالات سے بھی کماحقہ، واقف تھے اور اس دور کے عوام کی ذہنیت اور افتاد طبع کے متعلق بھی پورا پورا علم رکھتے تھے، مملکت کے دور و نزدیک کے مختلف لوگوں اور معاشرت سے بھی انہیں آگاہی تھی۔ وہ سیدنا امیر معاویہؓ کی ان اسلامی خدمات سے بھی ناواقف نہ تھے جو انہوں نے آنحضور صلعم کے بعد انجام دیں جن کی وجہ سے اسلام نے وسعت حاصل کی اور مومنوں کو عزت اور فلاح نصیب ہوئی۔ اس وقت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے دوسری کوئی آواز نہیں سن سکتے تھے۔ بلکہ مطلق طور پر سننے کے لئے تیار

نہ تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خلافت امیر معاویہؓ ویزیدؓ میں انتظام سلطنت کے لئے ان بزرگوں نے صحابہ کرامؓ کو ہی فوقیت دے رکھی تھی۔ اور سنت رسول اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح عمل ہو رہا تھا اسی سلطنت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ مادی ترقیاں عطا فرمائیں کہ دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی علوم اسلام کی اشاعت روزافزوں ترقی پر ترقی کرتی چلی گئی۔ خیر القرون کا یہ دور پہلے صحابہ کرامؓ پھر تابعین عظامؒ کا جس میں اسلام پورے عروج پر پہنچا۔ ہر جگہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر اتفاق رہا۔ نہ کوئی دوسرا مذہب تھا اور نہ کوئی مذہبی جھگڑا۔ ہر جگہ امن کا دور دورہ تھا اس سلسلہ میں مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی مہتمم رفیق اسلام سرگودھا "وہ پھول" میں لکھتے ہیں۔ بنی امیہ کو عرب سے اگرچہ مٹا دیا گیا ہے۔ لیکن ان کے کارنامے اور ان کی اسلامی خدمات کتب تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے اور مٹانے سے ہٹ نہیں سکتی۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سب کے سب صحیح العقیدہ مسلمان تھے، مسلمانوں پر بنی امیہ کے خلفاء امیر معاویہؓ۔ امیر یزیدؓ عبد الملکؒ۔ ولیدؒ اور ہشامؒ کا بہت بڑا احسان ہے۔ توسیع سلطنت کے علاوہ انہوں نے تعمیری کام بھی کئے۔ بنی امیہ میں عمر بن عبد العزیزؒ بھی ہوئے ہیں۔ جنہیں عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ عمر فاروقؓ کا سا زمانہ انہیں کے عہد میں قائم ہوا۔ ہشام نے خلق قرآن اور قدریہ کی سختی سے بیخ کنی کی اس قسم کے عقائد نے بنی عباس کے زمانہ میں بڑے بڑے فتنے برپا کئے۔

بنی امیہ کے خلفاء بہترین مسلمان تھے۔ غیر جانبدار مورخین نے ان کی بہت ہی تعریفیں لکھی ہیں۔ (صـ ۱۰۲ وہ پھول) ان بزرگوں نے تخریب پسندوں کو سر نہ اٹھانے دیا اور نہ ہی کوئی شر انگیز مسئلہ پیدا ہونے دیا۔ جو مسلمانوں کے ذہنوں کو پسپٹ کر کے اسلام سے دور کر دیتا۔ ا صون المنطق والکلام سیوطی کے صـ ۶ پر سیوطی نے ابو محمد

عبداللہ بن زید مالکی کا قول نقل کیا ہے کہ۔ اللہ تعالیٰ بنی امیہ پر رحم فرمائے ان میں سے کسی خلیفہ نے بھی اسلام میں کوئی بدعت نہیں کی ان کے اکثر عمال عرب تھے۔"

امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام عالی

خلافت بنی امیہ کے بانی سیدنا امیر معاویہ رضؓ کے متعلق شرپسندوں اور اسلام دشمن لوگوں نے بیشمار من گھڑت اور جھوٹی روائتوں کا جال بن رکھا ہے اور بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے رہنماؤں نے آج تک ان کی پوزیشن صاف کرنے کی صحیح کوشش نہیں کی وہ شیعوں کے حملوں کے جواب میں دبی زبان سے تھوڑی سی تعریف بیان کرتے رہے ہیں لیکن کسی نے بھی ان کی ذات بابرکات سے انصاف نہیں کیا۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ عامۃ المسلمین کو ان کی ان کی عظیم شخصیت اور فرائض کے متعلق سمجھایا جائے کہ جب آپ اپنے وقت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق "مہدی" دوسروں کو ہدایت دینے والا تھے"۔ تو پھر کیوں نہ سبائی پروپیگنڈا سے پیدا ہوئے والے وسوسوں سے اپنے ذہنوں کو پاک رکھا جائے، آپ پر کسی قسم کی حرف گیری کرنے سے پہلے کم از کم یہ تو سوچ لیا جائے کہ اسلام میں ان کا مرتبہ کیا ہے۔ آنحضور صلعم رحمۃ اللعالمین سے انہیں کس قدر قرب حاصل تھا اور انہیں حضور صلعم کے صحابہ کرامؓ میں کون سا مقام حاصل تھا انکی اسلامی خدمات کیا تھیں۔ اور پھر یہ بھی سوچیں کہ یہ وہ ذات شریف ہیں جن کو سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبِ انصاف امین اور متقی ہونے کی وجہ سے کاتب وحی کے منصب جلیل کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

قرآن کریم کو ہم مسلمان! خالق کتاب اور مالکِ حقیقی کا کلام سمجھتے ہیں جس کا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلعم پر بذریعہ الہام وحی کیا۔ قرآن کریم مسلمانوں کا ضابطہ

ہدایت اور دین و دنیا کا سرمایہ ہے اور اسے تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت حاصل ہے اسکی اعجاز و بیان کا اعتراف غیر مسلموں نے بھی کیا ہے اور آج تک کوئی شخص بھی اس کی آیات کے مقابلہ ایک فقرہ بھی ترتیب نہیں دے سکا۔

قرآن کریم کے الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس پر نازل ہوتے رہے اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں نقل فرماتے رہے۔ وہ قرآن حکیم جو ہمارے ایمان کی بنیاد ہے۔ اسکو آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے نقل کرنے کی سعادت سیدنا امیر معاویہؓ کو اسی طرح حاصل ہے جس طرح آپ سے پہلے کاتبان وحی کو تھی۔

آنحضور صلعم نے سیدنا معاویہؓ کے لئے ان کی دیانت اور ایمانداری۔ صلاحیتوں اور خدمات دینی کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی منشا کے مطابق درگاہ رب العزت میں دعائیں فرمائیں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ معاویہ کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور معاویہ کو لوگوں کی ہدایت کے لئے چن لے۔ اور معاویہ کو ملکوں کی حکومت عطا فرما۔ اور پھر مالک حقیقی خود کلام لکھنے والوں کو اچھے خطابوں سے نوازتا ہے۔ ارشادِ خداوندی بِاَیْدِیْ سَفَرَةٍ ۝ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝ ترجمہ: ایسے ہاتھوں لکھنے والوں کے (جو) معزز نیک (ہیں) (عبس پارہ ۳۰) یعنی جو ہاتھ میرا کلام لکھتے ہیں ان کے مالک معزز اور نیک ہیں۔

سیدنا امیر معاویہؓ کی خلافت سرورِ کائنات کی دعاؤں کا نتیجہ ہے

اصحاب دانش! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت اور دینِ حق کی خدمت یعنی تبلیغ کوئی معمولی اعزاز نہیں ہیں۔ وہ رب العزت جس کی مرضی کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت

نہیں کر سکتا۔ وہ اتنے بڑے مقام پر اس شخص کو مامور فرماتا ہے جس پر وہ از حد مہربان اور خوش ہوتا ہے۔ سیدنا امیر معاویہؓ کا خلافت پر متمکن ہونا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جو آنحضور صلعم نے سیدنا معاویہؓ کی صلاحیتوں سے خوش ہو ہو کر اللہ تعالیٰ کی مرضی سے امیر کے حق میں رب العزت سے مانگی تھیں۔ امیر المومنین معاویہؓ کی شان اور عزت اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلعم کے ارشادات کے مطابق ہے۔ اس میں شک لانے والا اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کا بدترین دشمن ہے اور سیدنا امیر معاویہؓ پر کسی قسم کا اعتراض کرنے والا پرلے درجے کا اسلام دشمن اور گمراہ شخص ہے۔

آنحضور نبیؐ صلعم کو سیدنا معاویہؓ کے خلیفہ منتخب کیے جانیکا علم تھا

شاہ ولی اللہؒ صاحب محدث دہلوی امیر معاویہؓ کی شان اس طرح بیان کرتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین امیر معاویہؓ بن ابو سفیانؓ صحابہ رسول اللہ صلعم میں ایک صحابی تھے۔ اور زمرۂ صحابہ رسولؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی ان کے بارے میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا ورنہ حرام کے مرتکب ہو جاؤ گے۔ ترمذی نے بروایت عبدالرحمٰن بن عمیرہؓ جو منجملہ اصحابہ رسول میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے حضرت معاویہؓ کے واسطے دعا مانگی۔ کہ یا اللہ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ کردے۔ اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما۔

اور ابن سعد اور ابن عساکر نے مسلمہ بن مخلدؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہؓ کیلئے یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ خداوندا

ان کو اپنی کتاب کا علم عنایت کر اور ان کو ملکوں کی حکومت عطا فرما اور ان کو عذاب آخرت سے بچا لے۔ اور ترمذی نے بروایت عمیر بن سعیدؓ نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپؐ حضرت معاویہؓ کے لئے دعا میں یہ فرماتے تھے کہ خداوندا تو ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما۔ روایت سے قطع نظر عقل انسانی بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ان کے لئے دعا کی ہوگی۔ کیونکہ مختلف طرق روایت سے ثابت ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلعم کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ یعنی امیر معاویہؓ کسی نہ کسی وقت ضرور خلیفہ ہوں گے۔ اور چونکہ آپؐ اپنی امت پر از حد شفقت فرماتے تھے۔ (وَبِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ)

اور ایسے ہی دوسرے القاب من جانب رب العالمین کہ رسول اللہ حریص علیکم اور مومنوں پر رحمدل اور مہربان بلکہ حریص ہیں۔ یہ ہے رسول پاکؐ کی کمال محبت اور (۱) آپ کو امت کے ساتھ مہربانی اور شفقت کا تقاضا فرمایا، اور یہی ہے جسنے آپ کو (۲) امت کے خلیفہ کے لئے ہدایت کرنے اور ہدایت پانے کی دعائیں فرمائیں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہؓ کے خلیفہ ہونے کا علم تھا" روایت ذیل سے واضح ہے۔ دیلمیؒ نے حضرت حسن بن علیؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول پاکؐ سے سنا کہ آپؐ فرماتے تھے، یہ دن ختم نہ ہوں گے کہ معاویہؓ بادشاہ ہوں گے "کتاب الشریعۃ" میں عبدالملک بن عمیر سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے خلافت کی خواہش رکھتا ہوں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ نے فرمایا اے معاویہ! اگر تم بادشاہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور یہ روایت ام حرام سے صحیح طور پر ثابت ہو چکی ہے۔ کہ رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت کا پہلا لشکر جو دریا میں جہاد کرے گا اس کیلئے جنت واجب ہو گی اور سب سے پہلے دریا میں بعہد خلافت حضرت عثمان بن عفان رض حضرت امیر معاویہ رض نے جہاد کیا تھا اور ان کے اس لشکر میں ام حرام رض تھیں جنہوں نے دریا سے نکلتے ہی انتقال کیا۔ اور یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ نبی صلعم نے امیر معاویہ رض کو منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ آپ کاتب وحی اور منشی اسکو بناتے تھے جو ذی عدالت اور دیانتدار ہوتا تھا۔ (ص ٣٤٦ ازالۃ الخفا اردو طبع کراچی)

دونوں باتوں میں سے ایک لازماً غلط ہے

اب ہم اہل حق کے سامنے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے فرقے بریلوی احناف کے کرتا دھرتا علماء کے خیالات سیدنا امیر معاویہ رض کی بزرگی اور نیکو کاری کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ ان علماء کے جن کے خیالات کو بریلوی حضرات ماننا ضروری اور لازمی قرار دیتے ہیں لیکن یہ حضرات اکثر کاتب وحی کی بزرگی کے قائل ہونے کے باوجود بھی جس مقام پر آپ کو کھڑا کر رہے ہیں اس مقام پر ایک علم آدمی بھی کھڑا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کہ آپ نے اپنے نااہل بیٹے کو برسر اقتدار لانے کے لئے لوگوں پر سختیاں کیں رشوتیں دیں اور بعض بزرگوں کو قتل تک کی دھمکیاں بھی دیں معاذ اللہ ثم معاذ اللہ گویا ان لوگوں کے مطابق کاتب وحی نے اسلام کے تمام کے تمام اصولوں سے انحراف کر کے خدا کا مقابلہ کیا۔ اور اس بیٹے کو مسلمانوں پر مسلط کیا جسنے بقول سبائیوں کے اسلام کا مذاق اڑایا سیدنا حسین رض کو قتل کرایا اور وہ فعل کئے جو سراسر انسانیت کے خلاف تھے۔ اللہ اکبر ان خیالات کے ہوتے ہوئے تو ایک عام آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ یا تو سیدنا امیر معاویہ رض کی شان اور بزرگی میں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے، وہ سب کچھ غلط جھوٹ اور سراسر وہم اور زیادتی ہے

یا امیر المومنین یزید کے بارے میں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ سب کچھ کذب محض اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے کے لئے سبائیوں کا واہیات پروپیگنڈا خرافات واہیہ اور اختراع ہے

جناب مولانا احمد رضا خانصاحب بریلوی سیدنا معاویہ رض کی شان کے مداح ہیں

امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان اقدس میں احمد رضا خان نے چار رسالے لکھیں

(سوال) علمائے اہل سنت والجماعت کی خدمت میں گذارش ہے کہ آج اکثر سنی فرقہ والے رافضیوں کی صحبت میں بیٹھ کر چند مسائل سے بدعقیدہ ہو گئے ہیں۔ اس واسطے اس مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہوئی۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت زید کہتا ہے کہ وہ لالچی شخص تھے انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے لڑ کر ان کی خلافت لے لی۔

(جواب) اللہ عزوجل نے سورۂ حدید میں صحابہ رض سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔ ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بہ ایمان ہوئے اور راہ خدا میں مال خرچ کیا۔ جہاد کیا۔ دوسرے وہ کہ بعد۔ پھر فرمایا۔ دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔ اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا۔ ان کو فرماتا ہے۔ وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔ اس (جہنم) کی بھنک تک نہیں سنیں گے۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کریگی فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے۔ تو جو کسی صحابی پر طعنہ کرے۔ وہ اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے اور ان کے بعض معاملات (جو بیان کئے جاتے ہیں) ان میں اکثر حکایات کاذبہ ہیں (جن کا) ارشاد الٰہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں رب عزوجل نے اسی آیت میں مخالفوں کا منہ بند فرما دیا۔ کہ دونوں فریق صحابہ

رضی اللہ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرما دیا۔ اور اللہ کو خوب خبر ہے جو کچھ تم کرو گے۔ باایں ہمہ میں تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا۔ اسکے بعد جو کوئی بکے سر کھائے خود جہنم جائے علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرے وہ جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے (ص ۹۷ تا ۹۹ احکام شریعت حصہ اوّل احمد رضا خاں)

مولانا دیدار علی صاحب مرحوم سیدنا معاویہ کو جنت والے قرار دیتے ہیں

انہیں نہ خوف ہے نہ غمگین ہوں گے۔ یہی ہیں جنت والے ہمیشہ رہیں گے اس میں۔ بعوض اپنی نیکی کے۔ کیا اس کے مصداق حضرت امیر معاویہ رضی و صحابہ کرام نہیں ہو سکتے اور پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی نہیں بلکہ بالخصوص حضرت معاویہ رضی کے متعلق فقہاء صحابہ کا عقیدہ تھا کہ وہ لوگوں کو ان کی یعنی امیر معاویہ رضی کی ادنی شکایت سے منع کرتے اور انہیں فقہا صحابہ میں شمار کرتے تھے، چنانچہ مناقب صحابہ میں امام بخاری رح اپنی بخاری شریف میں نقل فرماتے ہیں حضرت ابو ملیکہ رض سے مروی ہے۔ حضرت معاویہ رض نے بعد عشاء حضرت عبداللہ بن عباس رض کے آزاد شدہ غلام کے سامنے ایک رکعت وتر ادا کی انہوں نے سید المفسرین ابن عباس رض سے اس کا تذکرہ کیا تو ابن عباس رض نے فرمایا انہیں چھوڑ دو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں پھر دوسری سند سے نقل کرتے ہیں۔ یعنی ابن عباس رض جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی حضرت معاویہ رض کو صحابی مجتہد مان کر ان پر اتنا اعتراض بھی روا نہیں رکھتے۔ پھر کس طرح یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ بعض اقوال مورخین کی بناء پر ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ لب کشائی کریں۔ (ص ۳۳ اور ۳۶ تنویر العینین سید دیدار علی صاحب امیر حزب الاحناف لاہور)

آنحضور پاک صلعم نے جبریل امین کے مشورہ سے امیر رض کو کاتب وحی مقرر کیا تھا

مولانا محمد سردار احمد صاحب لائل پوری لکھتے ہیں۔ حضور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہوں گی وجہ سے نبی اکرم علیہ السلام کے رشتہ میں سالے ہیں۔ جب وحی کی کتابت کے لئے رسول اکرم علیہ السلام نے کاتب کی ضرورت محسوس کی۔ تو سیدنا امیر معاویہ رض کی بابت حضرت جبرئیل امین سے مشورہ لیا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ امیر معاویہ رض کو کاتب وحی بنا لیجئے کیونکہ یہ امانت دار شخص ہے۔ ایک دفعہ سید عالم علیہ السلام کی سواری پر آپ کے پیچھے امیر معاویہ رض بھی سوار تھے۔ امیر کا پیٹ رسول اقدس علیہ السلام کے جسم قارئین سے مس کر رہا تھا۔ آپ نے اس وقت ان کے لئے دعا فرمائی۔ کہ اے اللہ معاویہ رض کو حساب کتاب کی تعلیم دے اور عذاب سے بچا اور شہروں کی بادشاہی اسکو بخش دے دعائیہ کلمات میں یہ بھی وارد ہے کہ اے اللہ معاویہ رض کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا۔ اور اسے ہدایت پر رکھ۔ اور اسکے ذریعہ اوروں کو ہدایت دے اور اسے عذاب سے بچا۔ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رض کو ارشاد فرمایا۔ کہ اے معاویہ رض تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ پھر دست اقدس کی دو انگلیوں (درمیانی اور اسکے ساتھ والی) کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ جنت میں داخل ہوتے وقت جنت کے دروازے پر میں تجھ سے اور تو مجھ سے اس طرح ملے ہونگے جس طرح یہ دونوں انگلیاں آپس میں ٹکرائی ہیں۔ ہذہ الروایات مذکورہ فی السیرۃ الحلبیۃ۔ از جناب مولانا محمد سردار احمد صاحب لائلپوری بریلوی بحوالہ ہفت روزہ محبوب حق لائل پور ص ۳ جلد ۱ شمارہ ۲۴ ، شوال ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۴ فروری ۱۹۶۴ء

سیدنا امیر معاویہؓ اور دوسرے تمام صحابہ کرامؓ امیر یزیدؓ کو نیکو کار اور خلافت کا اہل سمجھتے تھے

اہل نظر! دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلعم کے سیدنا امیر معاویہؓ پر کسقدر احسان ہیں جن کو بیان کرنا اسلام کے تمام فرقوں کے بزرگ عین دین سمجھتے ہیں۔ غور فرمادیں کہ جب سیدنا امیر معاویہؓ کی شان اسقدر بلند ہے اور پھر تمام صحابہ کرام بھی امیر المومنین یزیدؓ کی نامزدگی پر آپ کے ساتھ متفق تھے ان حالات میں فیصلہ طلب یہ بات ہے کہ اگر امیر یزیدؓ عجیب دار تھے تو پھر سیدنا معاویہؓ اور دوسرے بزرگوں کی قدر و منزلت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے کیونکہ اصول اسلام کے مطابق جب کوئی شخص کسی نیکی کو جاری کرتا ہے اور جب تک وہ جاری رہتی ہے جاری کرنے والے کو برابر ثواب ملتا رہتا ہے۔ تو پھر بدی کے جاری کرنے والے کو بھی کسی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اگر بقول سبائیوں کے امیر یزید عجیب دار تھے تو اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو اسکو برسر اقتدار لانے والے ہیں۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ کسی برے آدمی کی حمایت و پاس داری وہی لوگ کرتے ہیں جو دیانتداری انصاف اور شرافت سے بالکل عاری ہوتے ہیں۔ اسلئے یاد رکھو کہ امیر المومنین یزیدؓ پر اعتراض کرنے کا واضح طور پر یہی مطلب ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ پر اعتراض کر رہے ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ سے اپنے آپ کو بہت زیادہ انصاف پسند اور دین دار سمجھتے ہیں۔ اگر ہم صحابہ کرامؓ کا دین میں کچھ مقام و مرتبہ سمجھتے ہیں اور ان بزرگوں سے محبت میں بھی سچے ہیں تو پھر ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ صحابہ کرامؓ کی شان اس سبائی پروپیگنڈے سے بہت ہی بلند ہے۔ ان بزرگوں نے جو بھی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا وہ سب کچھ صحیح اور درست تھا۔ وہ کبھی اور کسی صورت بھی کسی غلط کار کا ساتھ دینے والے نہ تھے۔ وہ اپنی جانوں پر تو کھیل سکتے تھے

لیکن ان کا کسی غلط کام میں حصہ لینا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ ان پاک ہستیوں نے امیر یزیدؓ کو نیک اور خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے سیدنا امیر معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا۔ جب اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق سیدنا امیر معاویہؓ کی شان اسلام میں بہت ہی بلند ہے اور پھر آنحضور صلعم کے دوسرے صحابہ کرام جن کا نام ہم انتہائی ادب سے زبانوں پر لاتے ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں دین کی تعلیم حاصل کی۔ جو آنحضور صلعم کے ہر حکم پر جان و مال قربان کرنے والے تھے اور آپکے ارشادات پر عمل اور ان کی تمام دنیا میں نشر و اشاعت کرنے کے لئے اپنی جانیں وقف کر رکھی تھیں۔ جن کی محنتوں اور قربانیوں سے دین حق ہم تک پہنچا۔ یہ تمام کے تمام بزرگ امیر المومنین سیدنا معاویہؓ کے ساتھ ہر کام میں شریک تھے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ ایسی عظیم ہستیاں جن کے بغیر دین حق مکمل ہو ہی نہیں سکتا۔ جن پر مالک حقیقی از حد مہربان اور خوش ہونے کے علاوہ سورۃ حجرات میں یہ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ" اب کسی قسم کی نافرمانی وغیرہ تمہارے نزدیک بھی نہیں آسکتی"۔ ان بزرگوں کے ہوتے ہوئے جب امیر المومنین سیدنا معاویہؓ نے اپنے بیٹے امیر یزیدؓ کو خلافت کے لئے نامزد فرمایا۔ اگر یہ انتخاب اسلامی اصولوں کے خلاف تھا کیوں ان بزرگوں نے اسکو منظور فرمایا اس کو پروان چڑھنے دیا۔ یاد رکھے۔ اگر امیر المومنین یزیدؓ کا انتخاب غلط تھا یا امیر المومنین یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا تو ان تمام بزرگوں کے ایمان پر حرف آتا ہے۔ بلکہ یہ تمام کے تمام بزرگ اسلام کے حکموں کی نافرمانی کرنے والے ٹھہرتے ہیں۔ اور پھر سیدنا امیر معاویہؓ جن پر خدا خوش تھا خدا کے رسول صلعم خوش تھے۔ اگر امیر یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا اور آپ نے اسلام کا تمام کا تمام نظام اس کے سپرد کر دیا تھا۔ تو پھر یاد رکھئے کہ اسکی تمام کی تمام ذمہ داری سیدنا

معاویہ رض پر عائد ہوتی ہے۔ امیر یزید رض پر اعتراض کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ اسلئے کہ آپ کو خلیفہ نامزد کیا گیا تھا آپ زبردستی خلافت پر قابض نہیں ہوئے تھے۔ اگر غلطی ہے تو سیدنا معاویہ رض اور ان کے مشیروں اور تقلید کرنے اور خاموش رہنے والوں کی ہے۔ لہذا یہ سب کچھ سبائی پروپیگنڈا ہے۔ امیر المومنین یزید رض میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص نہ تھا۔ اور نہ ہی انتخاب غلط تھا کیونکہ سیدنا معاویہ رض نے تمام صحابہ کرام رض کے مشورہ اور اسلام کی فلاح وبہبود کی خاطر دیانت داری سے امیر یزید رض کو نامزد کیا تھا۔ تاکہ مسلمان قوم کو پھولنے اور پھلنے کا موقع مل سکے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا معاویہ رض انصاف اور دیانتداری کے خلاف اور آنحضور صلعم کے صحابہ کرام رض کے ہوتے ہوئے ایک نااہل قسم کے بیٹے کو قوم پر مسلط کر دیتے۔ جو آپ اور آپ کے پیش روؤں کی محنتوں اور کوششوں پر پانی پھیر دیتا۔ اسلئے یہ سب کچھ جھوٹ غلط اور کھلا ہوا فریب ہے۔

ابتداء میں سیدنا امیر معاویہ رض کا کوئی مخالف نہ تھا

بعض لوگوں نے زبان درازی سے کام لیکر سیدنا معاویہ رض کے خلاف عوام کے ذہنوں میں مختلف قسم کی بے بنیاد تحریروں سے شبہات پیدا کر رکھے ہیں، جو ان میں نسلاً اور نسلاً چلے آرہے ہیں اگر یہ خلافتیں حق پر نہ تھیں، تو ان کے خلاف سیدنا علی رض کی طرح بغاوتیں کیوں نہ ہوئیں۔ کیوں نہ شمع نبوت رض کے پروانوں صحابہ کرام رض اور ان کے تابعین عظام نے ان کا محاسبہ کیا۔ کیوں یہ حکومتیں کامیاب وکامران رہیں۔ اور اسلام دنیا میں پھیلانے کا باعث نہیں۔ آخر کبھی نہ کبھی تو مملکت کے کسی دور دراز گوشے سے مخالفت یا بغاوت رونما ہوتی۔ ان بزرگان دین ہی سے کوئی شخص اعتراض اٹھاتا جو آنحضور صلعم کی صحبت بابرکت سے فیض یافتہ تھے

لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی طرف سے کوئی اعتراض نہیں اٹھایا گیا۔ اور ان خلافتوں کے سربراہ ایمانداری سے بطور خلیفۃ المسلمین کے فرائض انجام دیتے رہے۔ خیر القرون کے اس مبارک دور گذرے [illegible] سبائی پروپیگنڈے سے بہک کر عامی قسم کے لوگوں مخالفین اور شر پسندوں کی طرف سے ایک سوال یہ اٹھایا گیا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کی طرح سیدنا امیر معاویہ رض نے ڈالی اسکے متعلق عرض ہے کہ یہ سراسر زیادتی اور بے انصافی ہے۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں اس کا آغاز یعنی باپ کے بعد بیٹے کو خلیفہ بنانے کا سہرا سیدنا علی رض یا خاندان علی رض پر رہے کے متعلق [illegible] آگے چل کر واضح طور پر متعارف کرایا جائے گا۔

امیر المومنین یزید رض اکابر اسلام کے رشتہ دار تھے

امیر یزید رض کا نام عام طور پر صرف سیدنا امیر معاویہ رض کے بیٹے کے طور پر لیا جاتا ہے۔ اور دونوں ناموں کو لازم وملزوم قرار دیکر حقیقت سے عام مسلمانوں کو بے خبر رکھا جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ عمداً ایک وضع کردہ سکیم کے ماتحت کیا جا رہا ہے۔ ہمارے کسی بھی رہنما نے آج تک عام مسلمانوں کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ بندگان خدا امیر یزید رض کوئی مقہور غیر معروف اور غیر آدمی نہ تھے جسے یوں خواہ مخواہ بدنام کرنے پر شر پسند لوگ ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ امیر المومنین یزید رض اکابر اسلام کے رشتہ دار اور اکثر صحابہ رض کی صحبتوں سے فیض حاصل کر کے صالح بن چکے تھے۔ اور آپ اپنی نیکی اور خوش سیرتی کی وجہ سے صحابہ رض کے دلوں میں گھر کر چکے تھے آپ سیدنا وحید الکلبی سیدنا ابوالدرداء اور سیدنا اسامہ بن زید رض اور دیگر اصحاب رسول پاک صلعم کی صحبتوں سے فیض یافتہ تھے۔ اسکے علاوہ آپ کاتب وحی اور آنحضور کے صحابی رض کے لخت جگر تھے۔ ام المومنین سیدہ

ام حبیبہ رض کے حقیقی بھتیجے تھے۔ سیدنا عمر فاروق رض کے پوتی داماد تھے سیدنا عبداللہ بن عمر رض اور ام المومنین سیدہ حفصہ رض کے بھتیجی داماد تھے سیدنا عبداللہ بن جعفر رض خود صحابی اور صحابی کے بیٹے ہیں اور سیدنا علی رض کے داماد یعنی سیدہ زینب رض کے خاوند اور پھر امیر المومنین یزید رض ان کے داماد تھے اور سیدنا حسین رض کی محترم بیوی یعنی علی اکبر کی والدہ کے امیر المومنین یزید رض حقیقی ماموں زاد بھائی تھے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ امور سلطنت سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ اسلئے یہ معاملہ اگر کچھ تھا بھی تو ایک کنبے کا معاملہ تھا اور وہ لوگ حالات کو بہتر جانتے تھے۔ ہم اور آپ اتنے عرصے کے بعد اس میں دخل دیکر کسی کو برا بھلا کہنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ ان حالات میں قرینہ تو یہ بتاتا ہے کہ ان سب بزرگوں اور رشتہ داروں نے امیر یزید رض کی ولی عہدی کی تجویز پر دل و جان سے صاد کیا ہوگا اور بلاچون چرا سب نے متفقہ طور پر امیر المومنین یزید رض کو اپنا امیر و امام منتخب کر لیا ہوگا۔ اس طرح انہوں نے اسلام اور مسلمان قوم کو بدستور ترقی کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا۔

دوسرا امیدوارِ خلافت کیوں نہ کھڑا ہوا

اور پھر اگر کسی دوسرے شخص کو اپنی کامیابی کی امید بھی تو کیوں نہ وہ امیر کے مقابلہ میں کھڑا ہوا۔ کیوں ولی عہدی کی تائید ہونے دی اس بارے میں مفصل طور پر آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ اگر کسی شخص کو یہ امید ہوتی کہ میں کامیاب ہو سکتا ہوں تو کسی صورت بھی خاموش نہ رہتا۔ کیونکہ یہ وہی قوم تھی جو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستی کو بھی ٹھوک دیتی ہے۔ کیا یہ قوم بے حس اور مردہ ہو چکی تھی کہ کسی بات پر اب بولتی ہی نہیں اور ساتھ ہی اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ بیس پچیس ۲۵ برس سے حکومت کے سربراہ بنی امیہ چلے آ رہے تھے۔ ساری اسلامی دنیا

میں بنی امیہ کا طوطی بول رہا تھا۔ فتوحات کا سلسلہ جاری تھا۔ اور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اور پھر بنی امیہ کو اس بات کا بھی ناز تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر قریش کے کسی خاندان کے ساتھ حکومت کے کام میں ترجیحی سلوک فرمایا تھا تو وہ یہی خاندان تھا۔ اور پھر اصحاب رض ثلاثہ شیخین کا سلوک جو انہوں نے آنحضور صلعم کی سنت سمجھتے ہوئے اور ان کی خدمتوں قربانیوں اور کارگزاریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس خاندان کے ساتھ کیا تھا بنی امیہ کو اس پر بھی ناز تھا۔ ان حالات میں خلافت کے لئے اگر کوئی شخص اٹھ کھڑا ہوتا تو خاندان بنی امیہ اسکو کسی صورت بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوتا کیوں کہ قریش کے باقی خاندان بھی ان ہی کے پشت پر تھے۔ ان حالات میں خانہ جنگی کی آگ پہلے سے بھی زیادہ بھڑک اٹھتی۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ پھر قوم کی کیا حالت ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ اس نے اسلام کی بہتری کے لیے صحابہ کرام رض کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی کہ آئندہ سیدنا معاویہ رض کے بعد خلافت کا اگر ابھی سے فیصلہ کر دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے آنحضور صلعم کے جان نثاروں نے یزید رض کو ولی عہدی کے لئے منتخب فرمایا۔

ہونے والے خلیفہ کا انتخاب خلیفہ وقت اور دار الحکومت کا حق ہے

حقیقت میں خلیفہ منتخب کرنا مرکز یعنی دار السلطنت کا کام ہے۔ جیسے کہ آنحضور صلعم جب دنیا سے رحلت فرمائی تو اہل مدینہ کے سر کردہ اصحاب رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ چن لیا۔ تو تمام اسلامی دنیا نے بلاچون و چرا خلیفہ کی تصدیق کر دی اور پھر خلیفہ دوم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

کے خلیفہ منتخب ہونے پر بھی تمام اسلامی دنیا نے مرکز کے چناؤ پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ خوشی سے تائید کر دی۔ خلیفہ سوم سید عثمان غنیؓ۔ سیدنا فاروق اعظمؓ کی منتخب کردہ مجلس شوریٰ نے جو مرکزی دارالحکومت کے باشندوں پر مشتمل تھی، خلیفہ کا چناؤ کیا۔ اور باقی تمام صوبوں نے اس کی تائید میں سر خم تسلیم کر دیا۔ اور پھر سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت پر جب مدینہ منورہ میں لاقانونیت کا دور دورہ تھا۔ اور مرکز کی پوزیشن برائے نام رہ گئی تھی۔ تو بھی خلیفہ چہارم سیدنا علیؓ کے چناؤ کے سلسلہ میں باوجود تمام صحابہ کرامؓ کا اتفاق نہ ہونے کے بھی مرکز میں جو کچھ ہو گیا۔ آج تک سب مسلمان اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اور پھر جب سیدنا علیؓ نے اپنا صدر مقام مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا۔ اور جب کوفہ میں آپ کی شہادت ہوئی تو کوفہ والوں نے سیدنا حسنؓ کو بغیر باقی مسلمانوں کی مرضی سے خلیفہ چن لیا۔ اور اسلام میں اس باب کا اضافہ کر دیا کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد قوم کو لاعلمی میں رکھا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں نے آج تک کسی وقت بھی زبان تک نہیں ہلائی۔ کہ جب سیدنا حسنؓ کو کوفہ جیسے مرکز سے خلیفہ منتخب کیا جا سکتا ہے جسے مرکز قرار دینے پر مسلمانوں کا ایک دن بھی اتفاق نہیں ہوا۔ جس سے اسلام اور مسلمان قوم کو کوئی فائدہ پہنچنے کی بجائے جانی، مالی اور روحانی ہر طرح کا نقصان ہی اٹھانا پڑا۔ وہ مرکز جو آنحضور صلعم اور اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی سنت کے خلاف بنایا گیا تھا۔ جس نے مدینہ رسول پاکؐ جیسے پاک مرکز اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ویران کر کے رکھ دیا تھا۔ جب سیدنا حسنؓ کو ایسے مرکز سے خلیفہ منتخب کیا جا سکتا ہے۔ جس کے متعلق بزرگان دین کی رائے سے راویوں کے مضمون میں اہل نظر کو خوب اچھی طرح آگاہ کر دیا گیا ہے لہٰذا وہ مرکز اسلام مسلمان قوم کا متفقہ پایہ تخت دمشق جس پر تمام امت مسلمہ کا مدینہ

والوں کی طرح پورا پورا اتفاق و اتحاد تھا۔ جس مرکز اسلام کیلئے آنحضور صلعم نے قریباً بارہ حدیثوں (مشکوٰۃ) میں اپنے پیروں کو آگاہ کر دیا تھا کہ "یہ مرکز تمہاری حفاظت کے لئے قلعہ کی مانند ہے"۔ (مشکوٰۃ) یہ بھی فرمایا کہ "دمشق مسلمانوں کے لئے پناہ گاہ ہے"۔ (مشکوٰۃ) مزید فرمایا "کہ اے اللہ برکت دے ہم کو بیچ شام"۔ (مشکوٰۃ) فرمایا کہ "تم فتنوں کی آگ سے بچنے کے لئے شام میں پناہ لو۔ (مشکوٰۃ) ارشاد فرمایا کہ "خلافت میری مدینہ اور بادشاہی میری شام میں ہے"۔ (مشکوٰۃ) فرمایا کہ جو بھی معاویہ کے ساتھ لڑے گا معاویہؓ اسے گرا دے گا"۔ (کنز العمال) اور پھر اس آیت شریف میں جو صراط الذین انعمت علیھم کی مکمل تفسیر اور آنحضور صلعم کا ارشاد گرامی کہ "خلافت میری مدینہ اور بادشاہی شام میں ہوگی"۔ کی پوری تفصیل بیان کرتی ہے۔ اور یہ قرآن کریم کا زندہ معجزہ ہے جو حرف بحرف پورا ہوا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکومت کا پورا پورا نقشہ بیان فرما کر اصحاب ثلاثہؓ اور سیدنا معاویہؓ پر اعتراض کرنے والوں اور اسلام میں تفرقہ ڈالنے والوں کے منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار بندوں کو خطاب فرماتا ہے کہ وہ لوگ جن کو میں نے انعامات سے نوازا ہوا ہے ان کا ساتھ دے کر تم دونوں جہان میں کامیاب ہو سکتے ہو جو تمہارے بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔ وہ یہ لوگ ہیں" اور جو کوئی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ اور رسول کی تو یہ ساتھ ہوں گے ان کے جن کو نوازا ہے اللہ نے انعامات سے یعنی نبیوں اور صدیقوں، شہیدوں اور صالح لوگوں کے اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں"۔ (النساء آیت ۶۹) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے فرماں برداروں کو خوشخبری دیتا ہے کہ تم نبیوں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقوں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہیدوں سیدنا عمر فاروقؓ۔ سیدنا عثمان غنیؓ

اور صالحین سیدنا معاویہؓ جیسے نیکو کاروں کے ساتھ رہ کر ہی جنت میں اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ لہٰذا سیدنا معاویہؓ آنحضور صلعم کے خاص صحابہ کرامؓ میں سے وہ صالح انسان ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے نیکوکار فرمایا ہے جن کی صالحیت اور صلح کن فطرت نے مسلمانوں کے بکھرے ہوئے شیرازے کو پھر سے ایک مرکز پر جمع کیا۔ اور اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کے سلسلہ کو پھر نئے سرے سے اسی طرح جاری کیا جس طرح سیدنا صدیق اکبرؓ کے زمانہ خلافت میں جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت سیدنا معاویہؓ اور امیر یزیدؒ سے قریب قریب اتنی مدت لی جتنی کہ خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لی جس طرح ان بزرگوں کا دور اسلامی ترقی کا بہترین دور کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح فتنوں اور خانہ جنگیوں کے بعد سیدنا معاویہؓ وامیر یزیدؒ کے دور حکومت نے بھی اسلام کا بول بالا کیا۔ بلکہ اس چوبیس سالہ غیر مغلوب دور میں اسلام کی بلندی کے علاوہ مسلمان مادی ترقیوں میں بھی عروج پر پہنچے۔ اہل بصیرت حضرات ہمارے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کہ سیدنا امیر معاویہؓ نیکو کار ہونے کے علاوہ نہایت ہی بردبار صاحب درگذر اور صلح کن انسان تھے آپ نے سیدنا عثمان غنیؓ کے خون کے قصاص کے علاوہ اپنے مخالفوں پر کسی طرح کی کوئی بھی سختی وغیرہ نہیں کی۔ اس بارے میں آپ کے دشمن بھی آپ کی شخصیت کے قائل ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دشمن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے تو وہ بھی دوست بن جاتا ہے۔

اگر اس اموی دور پر انصاف اور دیانت داری سے غور کیا جائے تو ثابت

ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے ایمان داروں سے کئے تھے۔ وہ حرف بحرف پورے کئے۔ اور صالح انسانوں کو حکومت دیکر اور حکومت دینے کا وعدہ پورا فرما کر مسلمانوں میں اپنی پسند کا دین قائم اور انہیں ہر قسم کے ڈر اور خوف سے نجات دیکر اپنے اس ارشاد کو بھی پورا کر دیا۔ کہ "ہم ضرور مدد دیتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان دار لوگوں کو اس دنیا میں اور اس دن جب شہادت دینے کے لئے کھڑے ہوں گے مومن پہلے (آیت ۵۱) اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ بنی امیہ کے خلفاء معیوب دار تھے پھر ارشادات باری تعالیٰ اور آنحضور صلعم کی پیش گوئیوں پر سخت اعتراض آتا ہے اور اسلام کی جو آج ہمارے پاس ہے، کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ اسلام بنی امیہ کے خلفاء ہی کی کوششوں سے ہم تک پہنچا۔ اور ان ہی کی محنتوں اور قربانیوں سے آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بے مثال اور غیر مغلوب خداداد حکومت کی مثال پیش کرنا اسی طرح ناممکن ہے، جس طرح قرآن کریم کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کی خداداد بادشاہت کے مقابلہ میں قیامت تک کوئی دوسری حکومت پیش کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے بادشاہی ہی طلب کی تھی۔ اور قرآن کریم میں بادشاہی کے لقب سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔ آنحضور صلعم نے بھی اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے سیدنا معاویہؓ کی حکومت کو "میری بادشاہی شام میں ہوگی" ارشاد فرما کر اس آیت نبیوں صدیقوں اور شہیدوں وصالحین کی تفسیر فرما دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شامی حکومت کی سربراہی اپنے نیکوکار اور صالح بندے کو سونپ کر اپنے دین کو فروغ دیا۔ اور

مسلمانوں کو عزت اور شوکت سے نوازا۔

ان حالات میں جو لوگ سیدنا امیر معاویہؓ کی حکومت کو عام دنیاوی حکومتوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ دراصل سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر قرآن کریم کے اصول اور رہبر اعظم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش اور منشائے کے خلاف چل رہے ہیں۔ جس کا جواب اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو ہر حالت میں دینا پڑے گا۔

محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شامی حکومت امت مسلمہ کی عزت و شوکت کا باعث بنی اور اس کی وجہ سے اسلام نے دنیا کے اکثر حصوں میں عروج حاصل کیا یہ وہ پایہ تخت اور مرکز اسلام ہے جس کے خلاف کسی بدفطرت نے کبھی آواز تک نہیں اٹھائی۔ ایسے مرکز اسلام دار الحکومت دمشق اور خلیفہ وقت سیدنا امیر معاویہؓ کو ہر حالت میں کلی طور پر یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ آئندہ ہونے والے خلیفہ کو منتخب کر دیں۔ اور پھر سیدنا معاویہؓ کے ساتھ آنحضور صلعم کے تمام صحابہ کرامؓ بھی متفق تھے۔ اس صورت میں اگر آپ باقی صوبوں سے مشورہ نہ بھی لیتے تو بھی حق بجانب تھے جیسا کہ سیدنا علیؓ کے ارشاد سے بھی ایسے انتخاب خلافت کی واضح طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ "اے لوگو! تمام لوگوں میں خلافت کا اہل وہ ہے جو اسکے (نظم و نسق کے برقرار رکھنے) کی سب سے زیادہ قوت (وصلاحیت) رکھتا ہو۔ اس صورت میں اگر کوئی فتنہ پرواز فتنہ کھڑا کرے تو (پہلے) اسے توبہ و بازگشت کے لئے کہا جائے گا۔ اگر وہ انکار کرے تو اس سے جنگ و جدال کیا جائے گا۔ مجھے اپنی جان کی قسم! اگر خلافت کا انعقاد تمام امت کے ایک جگہ اکٹھا ہونے سے ہوتا تو اس کی کوئی سبیل ہی نہ تھی بلکہ (اسکی صورت تو انہوں نے یعنی جمہور اسلام

نے صدیق اکبرؓ کی خلافت کی بیعت کے وقت یہ رکھی تھی) اس امت کے کرتا دھرتا لوگ اپنے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنائیں گے جو (بیعت کے وقت موجود نہ ہوں گے) پھر موجود کو بھی یہ اختیار نہ ہوگا کہ وہ کسی اور کو خلیفہ منتخب کرے۔" صفحہ ۲۲۸) مزید فرماتے ہیں کہ یہ بیعت ایک ہی بار ہوتی ہے نہ پھر اسمیں نظر ثانی کی گنجائش ہوتی ہے اور نہ پھر سے چناؤ ہی ہو سکتا ہے اس سے منحرف ہونے والا نظام اسلامی پر معترض قرار پاتا ہے اور غور و تامل سے کام لینے والا منافق سمجھا جاتا (صفحہ ۶۲۱ نہج البلاغہ امامیہ لاہور) اور پھر نہج البلاغہ کے مترجم شیعوں کے مشہور عالم جناب مفتی جعفر حسین صاحب بھی ایسے انتخاب کی تائید فرماتے ہیں" جب سقیفہ بنی ساعدہ میں انتخاب کے سلسلہ میں اجتماع ہوا تو وہاں کے فیصلہ کا ان لوگوں کو بھی پابند بنایا گیا جو اس موقعہ پر موجود نہ تھے اور یہ اصول قرار دے لیا گیا جو انتخاب کے موقعہ پر موجود ہوں سے نظر ثانی اور بیعت سے انحراف کا کوئی حق نہ ہوگا۔ اور جو موجود نہ ہو طے شدہ فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگا (صفحہ ۴۲۳ حواشی نہج البلاغہ امامیہ) سچ ہے کہ حق کا کسی نہ کسی صورت اقرار کرنا ہی پڑتا ہے۔

امیر المومنین یزیدؓ کا انتخاب کیسے اور کہاں عمل میں آیا

عام مسلمانوں کے جس طبقے سے امیر المومنین یزیدؒ کے انتخاب پر اعتراض اٹھائے جاتے ہیں۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ انتخاب کس صورت میں اور کہاں عمل میں آیا۔ عام تاثر صرف یہی ہے کہ امیر المومنین کا انتخاب کر کے سیدنا معاویہؓ نے مسلمانوں کے منصب خلافت کو موروثی بنا دیا۔ لیکن اس کے متعلق نہ تو عوام کو علم ہے اور نہ ہی کسی عالم نے واقعہ کے اس گوشے کو بے نقاب کر کے مسلمانوں کو غلط فہمی سے نکالا ہے کہ یہ انتخاب سیدنا معاویہؓ کے گھر کے کسی گوشے میں نہیں کیا گیا تھا۔ اور نہ ہی دو چار ہمنواؤں

کو جمع کر کے اپنی ہاں میں ہاں ملائی گئی تھی۔ بلکہ اس میں جمہور امت شامل تھے۔ پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر صرف یہی رٹ لگاتے جانا کہ انتخاب غلط تھا۔ انتخاب غلط تھا۔ بالکل بے معنی ہے آیئے! حقیقت کے آئینے میں اصل واقعات کا مطالعہ کریں۔ ولی عہدی کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا نے متفقہ طور پر امیر یزید رض کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ امت مسلمہ امیر المومنین یزید رض کی خلافت پر خوش تھی۔ لکھتے ہیں "کہ تمام اسلامی علاقوں میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے بیعت کی اور وفود ہر جگہ سے تو کید بیعت کے لئے امیر یزید رض کے پاس حاضر ہوئے"۔ (ص ۸۰ جلد ۱۸ البدایہ والنہایہ)

مولانا احتشام الدین مراد آبادی مصنف "نصیحۃ الشیعہ" جلد ۲ ص ۲ میں امامت کے بارے میں لکھتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی معصوم ہے اور نہ کسی کی اطاعت فرض ہے۔ اصلاح امور انتظامی کے لئے کسی شخص کو اپنا بادشاہ مقرر کر لینا مسلمانوں کا کام تھا۔ اس بادشاہ اسلام کو خلیفہ کہتے ہیں"۔ مولوی محمد ظفر صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی مہتمم رفیق الاسلام سرگودھا "دو پھول" میں لکھتے ہیں"۔ مدینہ کے دعاوی کچھ بھی ہوں مگر واقعات نے ان کے حقوق کے حصول کے ذرائع بدل دیئے تھے۔ مدینہ کے دار الخلافہ نہ رہنے سے خلیفہ انتخاب کرنے کا حق عملاً اس سے جاتا رہا تھا۔ اور نہ انتخاب کے بعد اسکی تصدیق کرنے اور نہ منظوری دینے کے قابل رہا تھا۔ حضرت علی رض کے انتقال کے بعد حضرت حسن رض کی جانشینی کو ذمی فوراً اور ضرورتاً ہو گئی تھی۔ اور اب مدینہ کو دوسرے مقامات پر طے شدہ امور پر راضی ہونے کے سوا چارہ رہا ہی نہ تھا۔ اس طرح انتخاب خلیفہ کا کام پایہ تخت کے ساکنوں کو منتقل ہو گیا تھا۔ وہ پایہ تخت کہیں بھی ہو جو شورش اور گڑبڑ حضرت علی رض کے انتخاب کے بعد رونما ہوئی تھی۔ بعد میں کسی وقت پھر ابھر سکتی تھی۔ ان

جنگوں سے اسلام کا مستقبل خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ مومنوں کی تعداد کم ہوتی چلی جا رہی تھی۔ اور ہمسایہ ملک کے دشمن کسی وقت بھی اس خراب حالت سے فائدہ اٹھا کر اسلام کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ ان حالات سے متاثر ہو کر امیر معاویہ رض خلاف اپنے بیٹے یزید رض کے لئے مخصوص کرنے کی فکر میں ہوئے۔ یہ خیال مغیرہ بن شعبہ رض اور زیاد رح نے انہیں دلایا تا کہ ان کی وفات کے بعد جانشینی کا مسئلہ باعث نزاع نہ بنے۔ اور امت محمدی خونریزی سے بچی رہے"۔ (ص ۵۲ دو پھول)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رض امیر یزید رض کے انتخاب پر متفق ہے

• ابن خلدون لکھتا ہے کہ "جس مجمع میں مسئلہ ولی عہدی کا انتخاب طے پایا اس میں وہ سب صحابہ رض موجود تھے جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ کسی نے بھی اس ولی عہدی کے طریق کار پر اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ خاموشی سے اس کی تصدیق کر دی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ وہ اس طریق انتخاب سے باتفاق جواز کے قائل تھے۔ اور اس مشروعیت کو پہلے سے جانتے تھے۔ اور یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ اجماع شرعی مسائل کے طے کرنے میں حجت مانا گیا ہے۔ لہٰذا اب اگر امام اپنے بیٹے یا باپ کو اپنا جانشین مقرر کرے تو ہم اس پر بدگمانی نہیں کر سکتے۔

اور فی الحقیقت یہ عمل بدگمانی اور بدظنی سے بہت دور ہے۔ خصوصاً کہ جب کسی خاص مصلحت کا تقاضا بھی اسکے ساتھ شامل ہو۔ یا کسی خاص فتنہ و فساد سے بچاؤ مد نظر ہو۔ تو ایسے حالات میں بدگمانی کے لئے سرے سے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جیسا کہ امیر معاویہ رض نے یزید رض کو اپنا جانشین بنایا تو ان کے اس فعل پر بنی امیہ کے افراد اور

ارباب حل وعقد کا اتفاق ان کے لئے حجت کامل ہے۔ اور اس اتحاد و اتفاق کو سامنے رکھتے ہوئے انہوں نے اور لوگوں کو چھوڑ کر یزیدؓ کو اپنی جانشینی کیلئے منتخب کیا۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ بنی امیہ اس وقت یزیدؓ کی ولی عہدی کے سوا کسی اور کی ولی عہدی پر رضا مند ہونے والے نہیں تھے۔ وہ قریش اور تمام مسلمانوں کی عصبیت بھی اپنی پشت پناہی میں رکھتے تھے۔ خود بھی باا ثر و باشوکت تھے۔

لہٰذا ان حالات کے پیش نظر (حضرت) معاویہؓ نے اور بہتر لوگوں کو چھوڑ کر یزیدؓ کا انتخاب کیا۔ اور فاضل و اعلیٰ کو چھوڑ کر مفضول و ادنی کو مسند سلطنت پر لائے۔ صرف اسی حرص کی بناء پر کہ لوگوں کا اتحاد و اتفاق کہیں ہاتھ سے جاتا نہ رہے۔ جس کے بقاء کو شارع علیہ السلام نے بہت ہی اہمیت دی ہے۔ ورنہ اس کے سوا معاویہؓ کے بارے میں اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ان کی مسلمہ عدالت و صحبت نبویؐ کو دیکھتے ہوئے زبان ان کے بارے میں بدگمانی کا اظہار کرنے سے قاصر ہے۔ مزید برآں اکابر و صحابہؓ کی موجودگی اور ان کا اس بارے میں سکوت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ معاویہؓ ہر بات میں بدظنی سے پاک ہیں اور ان پر کسی قسم کا الزام نہیں لگایا جا سکتا۔ نہ تو صحابہؓ کرام کی ہی ایسی شخصیتیں تھیں کہ حق کے اظہار سے خاموش رہتیں۔ اور نہ معاویہ رضؓ اس مزاج کے تھے کہ عزت و نشان مملکت کی خاطر حق کو اختیار کرنے سے باز رہتے۔ ان بزرگوں کی عدالت ایسی غلط کاریوں سے بہت ہی بلند و بالا تھی (مقدمہ ابن خلدون ص۲۲۴)

امیر المومنین یزیدؓ کا خلیفہ ہونا ضروری تھا

ابن خلدون لکھتے ہیں کہ ان حالات میں ایسے فرماں روا کی ضرورت محسوس ہوئی جو سلطنت کے امور میں یکتا اور عصبیت میں بے

ہمتا ہو۔ لہٰذا اگر معاویہؓ عصبیت کے تقاضا کے خلاف یزیدؓ کے علاوہ کسی اور کو مسند امامت پر لاتے تو اس کی امامت کو قبول کون کرتا۔ ایسی سلطنت دیکھتے ہی دیکھتے ختم ہو کر رہ جاتی۔ اور قوم جس اختلاف کا شکار ہوتی وہ بھی اچھی طرح ظاہر ہے۔

(ص ۲۴۱ مقدمہ ابن خلدون طبع کراچی)

بقول ابن خلدون امیر المومنین یزیدؒ اسوقت کے تمام لوگوں سے علم و حلم و رائے میں افضل تھے

ابن خلدون اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں "ضحاک اٹھے اور حمد و ثنا کے بعد کہنے لگے اے امیر المومنین آپ کے بعد لوگوں کو ضرور ایک امیر کی ضرورت ہو گی۔ اگر آپ کی موجودگی میں ہم کسی کو آپ کا جانشین نہ بنائیں گے تو بڑے بڑے مصائب میں گرفتار ہوں گے خون ریزیاں ہوں گی۔ امن کے راستے بند ہو جائیں گے۔ دن بدن ابتری کا زمانہ آتا جائے گا۔ اچھے آدمی کمیاب ہوتے جائیں گے۔ ہمارے نزدیک یزید بن امیر المومنین نہایت ہی راست گو، راست باز، خوش خو، اور ملک داری کے آئین سے واقف ہیں۔ جیسا کہ لوگ اور آپ بھی جانتے ہیں۔ وہ ہم سے علم، حلم و رائے میں افضل ہیں پس آپ ان کو اپنا جانشین بنائیے۔ اور اپنے بعد ان کو ہمارے پیشوا کیجئے۔ جس کے سایہ امن میں ہم پناہ گزیں ہوں۔ اور عمر بن سعیدؓ الاشدق نے اس کی تائید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اہل عراق و شام کے لوگوں نے ولی عہدی یزیدؓ پر بیعت کر لی۔ ص ۴۶۔ ۲ لم جلد ۵ کتاب ثانی تاریخ اسلام ابن خلدون طبع دکن)

مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت امیر یزیدؓ کو خلیفہ بنانے ہی میں تھی

اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ۔ اس سال ۵۶ھ میں مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ سے دمشق گئے تو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو کہا کہ میں نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے اور تمام منظر میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں۔ کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائی ہوئی ہے۔ پس میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزیدؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما دیں۔ اس میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ (ص ۳۵ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ)

جب امیر المومنین یزیدؓ کی نامزدگی پر شرعی حجت قائم ہو چکی تو اس پر اعتراض کیوں؟

علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں معاویہ بن قرہ اور ابن مسعودؓ کے حوالوں سے دو باتیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ صحابہ کرامؓ کا اجماع کبھی اور کسی صورت غلط اور جھوٹی بات پر نہیں ہوا۔ دوم یہ کہ جس چیز کو تمام مسلمان اتفاق رائے سے تسلیم کرلیں اس پر راضی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی اس کام کو پسند فرماتا ہے۔ اور جس بات کو مسلمان متفقہ طور پر برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی غلط ہے۔ لکھتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا اجتماع کبھی اور کسی صورت بھی خطا اور ضلال پر نہیں ہوا۔ حاکم نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جس چیز کو تمام مسلمان اچھا سمجھیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور جس کو مسلمانوں نے برا خیال کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی برا ہے (ص ۶۷) علامہ ابن خلدون اور دوسرے اہل علم بزرگوں کی صداقت آمیز تحریروں کے مطابق ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؓ کو خلیفہ نامزد کرنے میں صحابہ کرامؓ نے اتفاق فرمایا۔ اور کسی نے بھی اس پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا

اور بقول ابن خلدون کے امیر یزیدؓ پر صحابہ کرامؓ کے اجماع سے شرعی حجت قائم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اس پر اعتراض کرنا کہاں کی عقل مندی اور دین داری ہے۔ ان حالات سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؓ کا ولی عہد اور پھر خلیفہ مقرر ہونا ضروری اور لازمی تھا۔ اگر امیر یزیدؓ کے علاوہ کسی دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں وہ خانہ جنگی ہوتی کہ جمل وصفین کی دل ہلا دینے والی خانہ جنگیوں سے بھی زیادہ مسلمان قوم تباہ و برباد ہوتی اور اسلام کی تبلیغ کے تمام ذرائع مسدود ہو کر رہ جاتے۔ گویا امیر یزیدؓ کو خلافت کے لئے نامزد کرنا ملت اسلامیہ کی بہتری کے لئے ضروری اور لازمی تھا علامہ موصوف کے مضمون پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امیر یزیدؓ کی ولی عہدی پر تمام کے تمام صحابہ کرامؓ جنہوں نے حضرت شیخینؓ سے بیعت کی تھی کسی نے بھی اس ولی عہدی پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اگر سبائیوں کے قول کے مطابق امیر یزیدؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ بزرگ ہستیاں کسی حالت میں بھی خاموش نہ رہتیں۔ ان بزرگوں کے ایمان اور شان کے خلاف تھا، کہ وہ ایک غلط آدمی کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ اور نہ ہی ان بزرگوں سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ حق اظہار سے ڈرتے ہوئے خاموش رہتے اور علامہ موصوف کے قول کے مطابق یہ بات صاف اور صحیح ثابت ہو گئی کہ اجماع شرعی مسائل کے لئے حجت مانا گیا ہے لہٰذا جب صحابہ کرامؓ کے اجماع سے حجت قائم ہو سکتی تو پھر ہم اہل بصیرت حضرات سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا سیدنا حسینؓ اور ابن زبیرؓ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ جو بھی اس وقت دنیا میں حیات تھے جنہوں نے نزول وحی کے روح پرور نظارے اور مشاہدے فرماتے ہوئے تھے اور حضور

پاک کی تعلیم سے دینِ حق کا عکس بن چکے تھے۔ وہ بھی کچھ رائے رکھتے تھے۔ یا دینِ حق ان دونوں بزرگوں میں ہی سمٹ کر رہ گیا تھا۔ جو نزول وحی کے وقت ابھی شیر خوار بچوں کی حیثیت رکھتے تھے جو ان دوسرے بزرگوں کے ہوتے ہوتے دینِ حق میں حجت نہیں مانے جاسکتے اور نہ ہی ان دوسرے بزرگوں کے عمل اور مسلک کو چھوڑ کر ان کے عمل کو دین سمجھا جاسکتا۔ لہٰذا تاریخ سے صاف صاف اور واضح الفاظ میں ثابت ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے جو آنحضور صلعم سے تعلیم حاصل کر کے دینِ حق کے متوالے اور شیدائی بلکہ عکس بن چکے تھے اور اس وقت مسلمانوں میں بہت ہی بلند مقام کے مالک تھے۔ اور تمام مسلمان ان کے حکموں پر عمل کرنا ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت معاویہ بن خدیجؓ، حضرت ابوامامہ بن باہلی، حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ، حضرت صہیب بن سنانؓ، حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ، آنحضور صلعم کے ربیب سیدہ ام المومنین ام سلمہ کے فرزند، حضرت عقبہ بن نافعؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت عمرو بن امیہ ضمری (ابو نجاشی کے پاس آنحضور صلعم کے سفیر بن کر گئے تھے)، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ۔ حضرت ابوبرزہ اسلمی، حضرت فضالہ بن عبید الانصاریؓ، حضرت جابر بن عتیکؓ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور باقی تمام ایمان والوں نے امیر یزیدؓ کو خلافت کے لئے منظور فرما کر ثابت کر دیا کہ امیر نیک اور صالح ہونے کے علاوہ مومنوں کی قیادت کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

لہٰذا جب صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے امیر کو خلافت کا اہل سمجھتے ہوئے آپ کے ساتھ ہر طرح سے تعاون فرمایا، پھر بعد آنے والوں کو کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ اعتراض کریں اور صحابہ کرامؓ سے اپنے آپ کو اس وقت کے ملکی حالات کو زیادہ سمجھنے والا ثابت کریں۔

امیر المومنین یزیدؓ کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔

اہل نظر کا فرض ہے کہ اس قرآنی آیت اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی پر انصاف اور ٹھنڈے دل و دماغ سے غور فرمادیں جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں سے حکومت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے، لیکن سبائیوں کے مطابق اللہ مالک اپنے وعدہ سے معاذ اللہ منحرف ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے انہیں یقیناً زمین پر حکومت عطا فرمائے گا۔ ایسے ہی جیسے ان سے پہلے لوگوں کو عطا فرمائی تھی اور یقیناً ان کے لئے ان کا وہی دین قائم کرے گا جو اس نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور یقیناً اللہ انہیں ہر خوف کے بعد امن عطا فرمائے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو کوئی کفر کرے بعد اسکے (یعنی میرے انعامات

کی ناشکری کریں) پس یہی لوگ ہیں فاسق و نافرمان (سورۃ نور آیت ۵۵)
محمد کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جیسے تم ہو گے، ویسا ہی تم پر حاکم مقرر کیا جائے گا۔ (مشکوٰۃ باب الامارت) اس آیت شریفہ اور آنحضور صلعم کے ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ مالک اپنے نیک و مخلص اور صالحین بندوں پر ہرگز ظالم و فاجر و فاسق حاکم مقرر نہیں فرماتا اور جب لوگ خود برے ہو جاتے ہیں تو پھر ان پر حاکم بھی ان ہی سے ہوتے ہیں۔ لیکن جب دنیا میں نیک پاک باز صالح و دین دار لوگ موجود ہوں تو پھر اگر اللہ تعالیٰ ان پر ظالم حاکم مقرر کر دے تو پھر یہ اس کے ارشاد گرامی کے منافی اور دین دار لوگوں پر زیادتی نہیں تو اور کیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امیر یزیدؓ کی خلافت پر متفق تھیں

یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہماری محترم اور قابل عزت و حرمت اور نڈر مائیں مسلمانوں میں موجود ہوں۔ اور مسلمانوں پر ایک ظالم حاکم مقرر کر دیا جائے۔ اور یہ خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہیں، یہ ناممکن اور بالکل ہی غلط ہے جب کہ اللہ نے ان کو حق بات کہنے کی طاقت عنایت فرمائی ہوئی تھی اور یہ حکم بھی ان کو دے رکھا تھا۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا

ترجمہ۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم تقویٰ اختیار کرتی ہو تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو۔ کیوں کہ جس کے دل میں مرض ہو لالچ وہ کرے گا۔ اور بات معقول (یعنی صاف صاف) کہو (آئت ۳۲ الاحزاب)

کو کیا اتنی سچائیاں بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ ان پاک ہستیوں کے ہوتے ہوئے (بقول سبائیوں کے) معاذ اللہ ایک بے دین حاکم مقرر کر دیا گیا۔ اور ان ہماری نیک پاک ماؤں نے زبان تک نہ ہلائی۔

(۱) ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہم آپ بزمانہ ولیعہدی امیر یزیدؓ حیات تھیں۔ سفر عقبےٰ آپ کا ۵۴ سنہ ہجری ہے۔

(۲) ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہم آپ بھی ولیعہدی کے موقعہ پر دنیا میں تشریف فرما تھیں۔ سفر عقبےٰ آپ کا ۵۶ سنہ ہجری ہے۔

(۳) ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم امیر یزیدؓ کی ولی عہدی کے موقعہ پر حیات تھیں۔ سفر عقبےٰ آپ کا ۵۸ سنہ ہجری ہے۔

(۴) ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہم آپکے سامنے امیر یزیدؓ کو ولی عہدی بنایا گیا۔ سفر عقبےٰ آپ ۵۶ سنہ ہجری ہے۔

(۵) ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہم آپ امیر یزیدؓ کی خلافت تک حیات تھیں۔ سفر عقبےٰ آپ کا ۶۱ سنہ ہجری ہے۔

اصحابہؓ عشرہ مبشرہ بھی امیر یزیدؓ کی خلافت پر خوش تھے۔

(۱) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ آنحضور صلعم کے ماموں ہیں۔ آپ اسلام میں وہ اکیلے خوش قسمت انسان ہیں، جن کو آنحضور صلعم نے فرمایا کہ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں"۔ آپ نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کی، لیکن امیر یزیدؓ کی ولیعہدی سے اتفاق کیا۔ سفر عقبےٰ آپ کا ۵۹ سنہ ہجری ہے۔

(۲) سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی

اور بہنوئی بلکہ برادر نسبتی بھی ہیں۔ آپ نے امیر یزیدؓ کی ولی عہدی کے بعد ۵۱ھ ہجری میں سفر آخرت طے کیا۔

ان اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں کے ہوتے ہوئے بھی کیا نااہل حاکم نامزد کر دیا گیا۔ اور یہ بزرگ خاموش رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بھی ان کا ذرہ بھر خیال نہ آیا، معاذ اللہ کتنا بڑا الزام ہے۔

بدری صحابہ کرامؓ نے بھی امیر یزیدؓ کی ولیعہدی سے اتفاق کیا

(۱) سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسول پاکؐ ہیں۔ اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزیدؓ کی قیادت میں شریک تھے۔ امیر یزیدؓ کی ولیعہدی پر متفق تھے۔ سفر عقبیٰ آپکا بروایت مختلف ۵۰ھ، ۵۲/۵۲ یا ۵۵ ہجری ہے۔

(۲) ابو اسد مالک بن ربیعہ انصاری رضی اللہ عنہ ولیعہدی کے زمانہ بلکہ خلافت امیر یزیدؓ تک حیات تھے۔ سفر عقبیٰ آپ کا ۶۰ھ ہجری ہے

(۳) سیدنا ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی الحارثیؓ انتخاب ولی عہدی کے بعد ۵۲ھ ہجری میں آپ فوت ہوئے۔

(۴) سیدنا ابو عبداللہ انصاری اسلمیؓ نام جابر بن عتیک تھا ولی عہدی پر موجود تھے سفر عقبیٰ آپ کا بعض نے ۶۱ھ ہجری اور بعض نے ۷۱ھ ہجری لکھا ہے۔ بہرحال امیر یزیدؓ کی خلافت کا زمانہ آپ نے پایا ہے۔

(۵) سیدنا ابو لبابہ انصاریؓ نام بشیر تھا۔ امیر یزیدؓ کی ولی عہدی کے زمانہ ۵۰ھ ہجری کے بعد وفات پائی۔

(۶) سیدنا ابو نخلہ بن معاذ بن زرارہ انصاریؓ امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد امیر عبدالملک کی خلافت کے زمانہ میں وفات پائی۔

(۷) سیدنا ارقم بن الارقم بن عبد مناف سفر عقبیٰ آپ کا ۵۵ھ ہجری ہے

(۸) سیدنا جابر بن عبداللہ بن عمر انصاری اسلمیؓ سفر عقبیٰ آپ ۶۸ھ ہجری ہے۔

(۹) سیدنا حارثہ بن النعمان بن یقیح انصاریؓ، سفر عقبیٰ آپ کا ۵۲ھ ہے۔

(۱۰) سیدنا ربیعہ بن کعب بن مالک ابو فراس اسلمیؓ، وفات آپ کی خلافت امیر المومنین یزیدؓ ۶۳ھ میں ہے۔

(۱۱) سیدنا نوید سہل ابو طلحہ انصاریؓ وفات آپ کی ولیعہدی امیر یزیدؓ کے بعد ۵۲ھ میں ہوئی۔

(۱۲) سیدنا سائب ابو سہلہ انصاری خزرجیؓ وفات آپکی امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد امیر عبدالملک کا زمانہ ہے۔

(۱۳) سیدنا شداد بن اوس بن ثابت انصاریؓ وفات آپ کی بزمانہ خلافت امیر المومنین یزیدؓ ۶۰ھ یا ۶۴ھ ہے

(۱۴) سیدنا قیان بن مالک بن عمرو انصاری الخزرجیؓ بعد ولی عہدی امیر یزیدؓ ۵۱ھ میں فوت ہوئے۔

(۱۵) سیدنا عمرو بن امیہ الضمریؓ وفات آپ کی ایک روایت ولی عہدی ۵۰ھ اور دوسری میں ۶۰ھ ہجری۔

(۱۶) سیدنا عمرو بن عوفؓ امیر یزیدؓ کی ولیعہدی کے بعد آخر عہد خلافت امیر معاویہؓ فوت ہوئے

(۱۷) سیدنا کعب بن عمرو ابو الیسر انصاری اسلمیؓ وفات آپ کی ولیعہدی امیر یزیدؓ کے بعد ۵۵ھ میں ہوئی۔

(۱۸) سیدنا نعمان بن عمرو بن رفاعہؓ امیر المومنین یزیدؓ کی ولیعہدی کے بعد ۵۴ھ

میں فوت ہوئے۔

ان اٹھارہ بدری صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم کے حیات ہوتے ہوئے ایک نا اہل حکومت کی بنیاد رکھ دی گئی اور یہ بزرگ دیکھتے رہے اور اف تک بھی نہ کی کیا اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر ان بدریوں کو جنت کی خوشخبری نہ دی تھی، اور حکومت دینے کا وعدہ نہ فرمایا تھا۔ جو ان کو چھوڑ کر حکومت ایک فاسق کو دیدی گئی۔

اہل نظر سوچنے اور سمجھنے کا مقام ہے۔

۱۴ صحابہ کرامؓ بیعت الرضوان امیر المومنین یزیدؓ کے حامی تھے

(۱) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ، آپ امیر یزیدؓ کے خاص طرف داروں میں سے تھے۔ آپ امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ سفر عقبیٰ آپ کا ۷۴ھ ہے۔

(۲) سیدنا ثعلبہ بن حجرہمؓ امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت کے بعد ۶۵ھ میں وفات پائی۔

(۳) سیدنا ثابت بن ضحاک انصاری خزرجیؓ امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد ۶۴ھ میں وفات پائی

(۴) سیدنا علقمہ بن خالد ابو عبداللہؓ امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے سفر عقبیٰ آپ کا ۷۰ھ ہے۔

(۵) سیدنا عمرو بن الاخطب انصاریؓ امیر المومنین یزیدؓ کی خلافت کے بعد ۶۶ یا ۷۰ھ میں فوت ہوئے۔

(۶) سیدنا مالک بن ثعلبہ بن دیرہ لیلوتیؓ بعد ولیعہدی ۵۳ھ میں رحلت فرمائی

(۷) سیدنا عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ امیر یزید کی خلافت کے بعد ۷۱ھ میں انتقال فرمایا۔

(۸) [سیدنا] سلمہ بن عمرو بن الاکوع بن سنان الانصاریؓ سفر عقبیٰ آپ کا بعد خلافت امیر یزیدؓ [illegible] ہے۔

(۹) [سیدنا] ابو زمعہ البادیؓ امیر المومنین یزیدؓ کے عہد خلافت میں افریقہ میں فوت ہوئے

(۱۰) [سیدنا] ابو الغبین الجہنیؓ آخر عہد خلافت سیدنا معاویہؓ فوت ہوئے۔

(۱۱) [سیدنا] عبداللہ بن یزید حقعین الانصاریؓ خلافت امیر یزیدؓ کے بعد ۶۸ یا ۶۹ھ میں وفات پائی۔

(۱۲) [سیدنا] عبداللہ بن مغفل المزنیؓ وفات آپ کی بزمانہ خلافت امیر یزیدؓ یعنی ۶۱ھ ہے۔

(۱۳) [سیدنا] فضالہ بن عبید انصاریؓ امیر یزیدؓ کی خلافت کے بعد ۶۹ھ میں سفر آخرت طے کیا۔

(۱۴) [illegible] بن قصیہ بن عامر بن مسعود بن معتب الثقفیؓ سفر عقبیٰ آپ کا بزمانہ ولیعہدی ۵۱ھ ہے

صحابہ کرامؓ کا امیر ہرگز فاسق نہیں ہو سکتا

اہل نظر قارئین! غور فرمائیں کہ ہماری محترم اور ندور مائیں [illegible] بدری اور چودہ بیعت رضوان کے صحابہ کرامؓ اور عشرہ مبشرہ میں سے [illegible] بن ابی وقاصؓ اور سیدنا سعید بن زیدؓ اور دو ڈھائی تینتیس دیگر صحابہ کرامؓ [illegible] اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر [illegible] کی خاطر تن، من، دھن سب کچھ قربان کرنے کو بیعت کی ہوئی تھی، یہ بزرگ [illegible] کی ولیعہدی پر موجود تھے۔ بلکہ ان میں سے کچھ بزرگ امیر کی خلافت کے موقع [illegible] کے بعد تک دنیا میں تشریف فرما رہے۔ جن کی شانِ عظیم میں کے شق [illegible] مذکورہ کے مطابق خلافت کے بہت زیادہ مستحق تھے۔ کیونکہ آیت [illegible] اللہ تعالیٰ نے ایمان دار لوگوں کو حکومت دینے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اگر [illegible] ساتھیوں کے مطابق اس قدر عیب دار تھے۔ جن کا نام لینا بھی آج عار

سمجھا جا رہا ہے۔ تو پھر یہ تمام نیک ترین بزرگ کس لئے خاموش رہے، کیوں ایک فاسق کو ایمان دار لوگوں پر مسلط ہونے دیا۔ یہ بزرگ تو بے ایمانوں پر بہت ہی سخت تھے۔ یہ تو موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھی حق بات کہنے کے عادی تھے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک فاجر اور بے ایمان قسم کا آدمی ان کا حق چھین کر خدائے قدوس کے حکموں کا مذاق اڑاتا اور یہ بے بس اور اپاہجوں کی طرح اس کا منہ دیکھتے رہ جاتے۔ افسوس کہ مسلمان ان بزرگ ترین ہستیوں کو وہاں کھڑا کر رہے ہیں، جہاں یہ خود بھی کھڑا ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر بقول سبائیوں کے یہ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ایمان دار لوگوں سے فقط جھوٹے ہی وعدے کئے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کو جزو ایمان سمجھتے ہیں ان میں سے بعض بڑے بڑے دعوے کرنے والے بھی سبائیوں کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ رہے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے امیر یزیدؓ سے کر یہ تقاضا مصلحت بیعت کی تھی۔ گویا یہ ثابت کر رہے ہیں کہ صحابہ کرام کا ظاہر اور باطن ایک نہ تھا استغفر اللہ یہی تو سبائی مذہب کی بنیاد ہے۔

کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد سوائے چار کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ اللہ اکبر کتنے ظالم ہیں یہ لوگ!! اگر ان کا اللہ و رسول پر ایمان کامل ہوتا تو ایسا کہتے۔ اسلئے کہ اللہ مالک بلاشک وشبہ قول و اقرار کے پکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے جو وعدے کئے، وہ ہر حالت میں پورے کئے۔ انہی میں سے ایک کو خلافت یعنی اپنی حکومت کی ذمہ داری سونپ کر اپنے دین کو فروغ دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ تمام اصحاب رسول پاکؐ اور باقی سب ایمان دار لوگ (سوائے ایک دو بزرگوں کے) حکومت کے ساتھ متفق اور ہر حالت میں خوش تھے۔ جو عمالِ حکومت کے ساتھ مل کر کام کر رہے تھے وہ اور جو دور دراز

[illegible] تبلیغ دین میں ہمہ تن مصروف تھے۔ وہ بھی خوش تھے اس لئے کہ وہ کسی دنیاوی [illegible] کے لئے کام نہیں کر رہے تھے، وہ جانتے تھے کہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے وہ جس کو [illegible] اس کی سربراہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اپنے دین کی تبلیغ کروا لیتا ہے [illegible] چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے کام میں دخل دینا کفر ہے۔

موروثی حکومت کے قیام کا جواز

سبائی پروپیگنڈا کے جو لوگ شکار ہیں کہہ رہے ہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ [illegible] کے سراسر خلاف ہے، اس میں توحید و سنت اور صحابہ کرامؓ کے شیدائی بھی [illegible] ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ اور انہیں سوچنے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو مسلمانوں کو ایسی [illegible] کر سبائی مذ کا پرچار کر رہے ہیں جو خلافت سیدنا علیؓ کا حق جتا کر [illegible] بتا رہے ہیں۔ ہم اس خیال کے لوگوں سے دریافت کرنا اپنا فرض سمجھتے [illegible] سیدنا صدیق اکبرؓ، اور فاروق اعظمؓ سے کن وجوہات کی بناء پر خلافت کے [illegible] اگر جواب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہونے کا [illegible] حاصل تھا اور اس نزدیکی کے لحاظ سے آنحضرت صلعم کے وارث ٹھہرتے ہیں۔ تو اسکا [illegible] ہے، کہ یہ نظریہ یا ایں طور خلاف اسلام ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی وراثت [illegible] کوئی ہوتی ہی نہیں جو انہیں وحی الٰہی کے ذریعہ سے ملتا ہے۔ جیسا کہ شیعہ من [illegible] ہے۔ صحیح بخاری میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ [illegible] ہیں، کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ [illegible] اور شیعوں کی مشہور کتاب اصول کلینی میں اس طرح روایت ہے

[illegible] علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی وراثت

میں درہم اور دینار نہیں چھوڑ کرتے بلکہ صرف علم کی باتیں چھوڑ جاتے ہیں۔ جو شخص ان علمی باتوں میں سے کچھ لیتا ہے، وہ بہت بڑا حصہ لیتا ہے۔ (اصول کلینی، کتاب العلم)
(بحوالہ اہلحدیث کا مذہب ص۵۲ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری طبع سرگودھا)

بفرض محال وراثت والی بات کو تسلیم بھی کر لیا جاتے تو پھر بھی سیدنا علی رض آنحضور صلعم کی وراثت کے شرعی وارث نہیں ہو سکتے اور اگر آپ داماد ہونے کی حیثیت سے وراثت کے حقدار کر سکتے ہیں تو آنحضور صلعم کے باقی نزدیکی اور شرعی رشتہ دار بھی موجود تھے جیسا کہ آنحضور صلعم کے چچا سیدنا عباس آنحضور صلعم کی حقیقی پھوپھی صاحبہ سیدہ صفیہ اور آنحضور صلعم کے دوسرے نواسہ اور نواسی نے سیدنا علی رض بن ابو العاص سیدہ زینب بنت رسول پاک کے بطن سے آپ یرموک کے معرکہ میں شہید ہوتے۔ (ابن عساکر بحوالہ سیر الصحابیات ص۸۶) اور سیدہ امامہ بن ابو العاص، سیدہ زینب بنت حضور صلعم کے بطن سے سیدہ امامہ رض سے آنحضور صلعم کی محبت کا اندازہ ذیل کی دو روایتوں سے لگایا جا سکتا ہے صحیح بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور مسجد میں امامہ رض کو کندھے پر چڑھائے ہوئے تشریف لائے اور اس حالت میں نماز پڑھائی۔ جب رکوع و سجود کرتے ان کو اتار دیتے پھر جب کھڑے ہوتے تو چڑھا لیتے، اسی طرح پوری نماز ادا فرمائی (بخاری جلد اول [illegible]
ایک دفعہ آنحضور صلعم کی خدمت میں شہنشاہ حبشہ نجاشی نے ہدیہ بھیجا، جس میں ایک بیش ہی قیمتی ہار تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، یہ ہار ہم اس کو دیں گے جو ہمارے اہل میں سے ہیں بہت ہی محبوب ہے۔ ازواج رض اور باقی اہل والوں نے یہ سمجھا کہ یہ شرف سیدہ عائشہ صدیقہ رض کو حاصل ہو گا۔ لیکن آنحضور صلعم نے سیدہ امامہ رض کو بلا کر خود ان کے گلے میں ہار ڈال دیا۔ (سیر الصحابیات ص۱۰۲)

دامادی کے اعتبار سے بھی سیدنا عثمان غنی رض ہی کو فضیلت حاصل تھی

[illegible] عام طور پر سیدنا علی رض [illegible] بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلعم کی [illegible] سیدنا علی رض دامادی کی وجہ سے خلافت [illegible] تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس لحاظ [illegible] سیدنا علی رض کو تو آنحضور نے [illegible] شیعہ حضرات اس شادی سے [illegible] الحدید لکھتے ہیں۔

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی رض سے [illegible] پاس گئے۔ اور وہ رو رہی تھیں۔ آپ نے [illegible] اللہ کی قسم میرے اہل میں اگر کوئی علی رض سے بہتر ہوتا تو میں تیرا [illegible] تو تیرا نکاح اس سے نہیں کیا بلکہ اللہ نے یہ نکاح [illegible] (۱۵۹ فروع کافی جلد دوم طبع نولکشور)
اس روایت سے ثابت ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا اس شادی سے ناخوش تھیں اور آنحضور [illegible] بہتر ہوتا تو میں تیرا نکاح علی رض سے نہ کرتا۔ بھی ثابت کرتا ہے [illegible] کیا تھا۔ یہ نتائج فروع کافی کی اس روایت سے اخذ [illegible] ان باتوں پر قطعاً ایمان نہیں ہے۔ یہ سب کچھ بزرگان اسلام کی [illegible] نہیں۔ خلاف اس کے سیدنا عثمان غنی رض کو آنحضور صلعم نے اپنی

دو لختِ جگر یکے بعد دیگرے نکاح میں دیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میری اور بیٹیاں ہوتیں تو میں وہ بھی عثمانؓ کو یکے بعد دیگرے نکاح کر دیتا۔ اور دو لختِ جگروں کے نکاح ہی سے سیدنا عثمان غنیؓ کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔ لہٰذا سیدنا علیؓ سے دامادی کے لحاظ سے آپؓ وراثت کے زیادہ حقدار تھے۔

خاندانی وراثت کے اوّلین محرک سیدنا علیؓ ہی تھے

اس بات کا اس قدر ڈھنڈورا پیٹا جا چکا ہے اور ابھی تک نہایت باقاعدگی سے پیٹا جا رہا ہے کہ خلافت کے باب میں خاندانی وراثت کی بنا سیدنا امیر معاویہؓ نے رکھی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہمارے سنی بھائی بھی اس پروپیگنڈے کے گرداب میں ایسے ڈوب گئے ہیں کہ وہ سر اٹھا کر تصویر کے دوسرے رُخ پر ایک نگاہِ غلط ڈالنے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کرتے۔ ورنہ ان پر اس غلط پروپیگنڈے کا راز فاش ہو جاتا۔ اور وہ دیکھ لیتے کہ حقیقت میں خاندانی وراثت کی بنیاد ڈالنے والے سیدنا معاویہؓ تھے یا سیدنا علیؓ۔

قارئین کو اس قدر تو علم ہے کہ جب سیدنا علی کو اپنا وراثتی حق خلافت مل گیا۔ اور آپ اس پر آخر دم یعنی اپنی موت تک قابض رہے تو آپ کے بعد آپ کے بیٹے سیدنا حسنؓ کو یہ خاندانی وراثت منتقل کر دی گئی۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ سیدنا حسنؓ باپ کے بعد خلیفہ بنے۔ اور اسلام میں باپ کے بعد بیٹا خلیفہ بن سکنے کا اصول قائم کر دیا گیا۔ پھر اگر سیدنا معاویہؓ نے اسلام اور قوم کی بہتری کے لئے اتفاق رائے سے اپنے بیٹے کو اپنا وارث مقرر کر دیا تو انہوں نے کوئی کسی نئے باب کا افتتاح تو نہیں کیا تھا بلکہ سیدنا علیؓ کی سنت پر عمل کیا۔

[illegible] کے بعد اگر آپ برضا و رغبت دستبردار نہ ہوئے تو [illegible] اور اسلامی حکومت آپ موروثی بن کر [illegible] پر الزام عائد کرتے ہیں کہ آپ نے موروثی [illegible] کا ارتکاب کیا اور سنت قیصر و کسرای پر [illegible] واقعات اور حالات سے آنکھیں [illegible] کر رہے ہیں۔ اور اللہ [illegible] کی زبردست [illegible] کے مخالف مسلمانوں کو یہ تو [illegible] بنا دیا۔ لیکن اس سے پہلے کے [illegible] ہو جاتی ہیں۔

[illegible] کے بیانات سے خوب ہوتی ہے۔

[illegible] میں سیدنا علیؓ اپنے مرنے اپنی وفات سے پہلے [illegible] اس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

[illegible] ہونے والا۔ اور کل یہاں سے رخت سفر [illegible] کے نام جو نہ ملنے والی بات کا آرزو مند۔۔۔۔ [illegible] یعنی مرنے والوں کا جانشین ہے۔ (وصیت نامہ ۳۱ [illegible])

[illegible] آپ کی وصیت کے مطابق حضرت حسنؓ علیہ خلیفہ [illegible] (صفحہ ۳ جلاء العیون)

مجلسی لکھتا ہے "جب آپ (سیدنا علیؓ) اس کام سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ وحسنؓ وحسینؓ کا ہاتھ پکڑا اور تمام مدینہ میں پھرے۔ غرض کہ تین رات تک حضرت امیرؓ نے ایسا ہی کیا، مگر صبح کو چار شخصوں کے سوا اور کوئی نہ آیا (ص ۹۶۸ جلد ۲ حیات القلوب اردو طبع لکھنو جس کے سرورق پر لکھا ہے سنی نہ دیکھیں)

طبرسی لکھتا ہے

حضرت سلمان کا بیان ہے کہ جب رات ہوئی تو علیؓ نے فاطمہؓ کو گدھے پر سوار کیا۔ اور اپنے دونوں بیٹوں حسنؓ وحسینؓ کا ہاتھ پکڑا۔ اور اہل بدر مہاجرین وانصار میں سے ہر ایک کے گھر پر گئے۔ اپنا حق جتلایا اور مدد مانگی۔ مگر ان سب میں سے صرف چوالیس آدمیوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ آپ نے ان کو حکم دیا کہ صبح سر منڈا کر مسلح ہو کر آؤ۔ اور مجھ سے موت پر بیعت کرو۔ صبح کو ان چوالیس میں سے صرف چار حاضر ہوئے۔ میں (سلیم بن قیس ہلالی) نے سلیمان سے پوچھا کہ وہ چار کون ہیں سلیمان نے جواب دیا۔ میں اور ابو ذر اور مقداد اور زبیر بن عوام حضرت امیر رات کو پھر مہاجرین وانصار کے ہاں گئے، مگر سوائے ہم چار کے کوئی نہ آیا۔ یہ روایت کتاب الاحتجاج اور انوار نعمانیہ میں بھی موجود ہے۔ (نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان المرزا حسین بن محمد تقی النوری الطبرسی۔ مطبوعہ ایران) بحوالہ تحفہ شیعہ جلد ۲)

اللہ اکبر! اتنی محنت اور کوششوں سے حاصل کی ہوئی وراثت سیدنا حسنؓ نے مفت میں سیدنا معاویہؓ کو بیع کر دی بلکہ خود کو بھی بیع کر دیا۔ اس لئے کہ جب کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی بیعت کرتا ہے، تو وہ اپنی رائے کو اس کے پاس فروخت کر دیتا ہے۔

سیدنا حسنؓ وحسینؓ نے جناب معاویہؓ سے بیعت کر لی

یہ بیعت بھی شیعہ کتب ہی سے ملاحظہ فرما دیں۔ صاحب رجال کشی کہتے ہیں۔ امام جعفرؒ فرماتے ہیں کہ معاویہؓ نے حسن بن علی صلوات اللہ کو لکھا کہ آپ اور حسینؓ اور اصحاب علیؓ آئیں پس ان کے ساتھ قیس بن سعد بن عمادہ انصاری نکلا۔ اور وہ ملک شام آئے، معاویہؓ نے ان کو حاضر ہونے کی اجازت دی اور ان کیلئے خطیب تیار کئے۔ پس فرمایا۔ اے حسنؓ اٹھ کر بیعت کیجئے امام حسنؓ اٹھے اور بیعت کی پھر حضرت معاویہ نے حسینؓ سے فرمایا کہ اٹھ کر بیعت کیجئے، پس امام حسینؓ نے اٹھ کر بیعت کی پھر حضرت معاویہؓ نے قیس سے بھی کہا، اس نے امام حسینؓ کی طرف دیکھا کہ کیا حکم دیتے ہیں۔ امام حسینؓ نے فرمایا۔ اے قیس وہ یعنی امام حسنؓ میرا امام ہے، اسلئے بیعت کر۔" (رجال کشی ص ۲۷ بحوالہ تحفہ شیعہ) (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ کے ص ۱۰۷ طبع ایران سنہ ۱۲۹۴ھ) پر اس طرح لکھا ہے "تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی تھی۔ کہ جس سے میری صلح ہو اس سے تمہاری بھی صلح ہو اور جس سے میری لڑائی ہو اس سے تمہاری بھی لڑائی ہو۔ سو میں نے سوچا کہ معاویہؓ سے صلح کر لوں۔ اور لڑائی کو جو اس کے اور میرے درمیان ہے بند کر دوں۔ بتحقیق میں نے اس سے بیعت کر لی ہے اور حفظ خون کو خون ریزی سے بہتر سمجھا اس صلح سے میرا ارادہ بجز تمہاری اجلدہ وبقاء کے اور کچھ نہیں۔" اور ملا باقر مجلسی صاحب اس بیعت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے بیعت کر کے امیر معاویہؓ کو مسلمانوں کا والی تسلیم کر لیا۔ (ص ۳۲۱ اور ص ۳۶۹ جلاء العیون)

لہذا جب سیدنا حسنؓ نے مدینہ سے بہت دور ملک شام میں خود جا کر اپنی وراثت

کون سے بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس انتخاب کے خلاف جو بقول سبائیوں کے ناجائز تھا۔ اس ظلم کو مٹانے کے لئے جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے سر تھوپا جارہا تھا۔ علم بغاوت بلند کیا۔ اور عام مسلمانوں کو سمجھایا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب کچھ غلط ہو رہا ہے، اس لئے اس کو اہل حق کسی صورت میں بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔ اس وقت تو آنحضور صلعم کی بابرکت صحبت میں بیٹھنے والے بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ اور ہماری محترم مائیں امہات المومنین رضی اللہ عنہم بھی ابھی دنیا میں تشریف فرما تھیں، جو دین حق کی ترجمان کی حیثیت رکھتی تھیں اور صحابہ کرامؓ بھی دین حق کے خلاف کوئی بات سننے اور دیکھنے کو تیار نہ تھے جس طرح کہ سیدنا علیؓ کی بیعت کے وقت بعض صحابہؓ نے اپنی جانوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ پہلے قصاص اور پھر بیعت لو۔ لہذا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلعم کی معرفت غلط کاموں کو روکنے کے فرائض عائد کئے ہوئے تھے۔ اور اسلام نام ہی ظلم سے روکنے اور نیکی کی طرف بلانے کا ہے۔ تو اگر امیر کا انتخاب ناجائز تھا۔ تو شمع نبوت کے پروانوں نے کیوں اسکو قبول کیا۔ کیوں خاموش رہے۔ کیوں نہ اپنی جانوں پر کھیل کر "حق" کا بول بالا کیا۔ آخر وہ کیا وجہ تھی جو ان حق پر مرمٹنے والوں کو حق بات کہنے سے روک رہی تھی۔ وہ کیوں نہیں ظاہر کی جاتی۔ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ اس "ناجائز" کام کو روکنے کے لئے کہاں کہاں خانہ جنگی اور بغاوت ہوئی۔ اگر نہیں ہوئی، اور یقیناً نہیں ہوئی تو پھر یہ کون سا اصول ہے کہ اکثریت کے اس فیصلے کو (بقول ابن خلدون) جس مجمع میں یہ مسئلہ ولیعہدی کا انتخاب طے پایا، اس میں وہ سب صحابہؓ موجود تھے۔

جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ کسی نے بھی اس مسئلہ ولیعہدی پر اعتراض نہیں کیا۔ یہ اصول تو ناقابل انکار ہے کہ اجماع شرعی مسائل کے طے کرنے میں حجت ہے۔ یعنی اجماع کی شرعی حجت کو تو ٹھکرا دیا جائے اور سیدنا علیؓ کی خلافت کو جس پر تمام صحابہ کرامؓ کا ایک دن بھی مکمل طور پر اتفاق نہیں ہوا۔ خلافت حقہ تسلیم کر لیا جائے اور پھر سیدنا حسنؓ کی بیعت فقط کوفہ والوں ہی نے کی۔ اور انہیں خلیفہ بنا لیا گیا۔ اور باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو سکنے کی مثال قائم کر دی گئی۔ وہ بھی بغیر انتخاب اور بغیر صحابہ کرامؓ کی مرضی کے، بلکہ باقی تمام مسلمانوں کے مشورہ اور مرضی کے بغیر کو محض عقیدت کی بناء پر خلیفہ تسلیم کر لیا جائے اور یہاں وہ تمام صحابہ کرامؓ جو شیخین سے بیعت کر چکے تھے۔ متفق ہوں۔ لیکن سیدنا حسینؓ کی عقیدت میں حقیقت یعنی اجماع شرعی مسائل کے لئے حجت ہی سے انکار کر دیا جائے اور پھر دعویٰ یہ ہو کہ ہم صحابہ کرامؓ کے نقش وقدم پر چل رہے ہیں۔

لہٰذا ہم صحابہ کرامؓ کے شیدائیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ ہمیں صاف صاف بتایا جائے کہ امیر المومنین یزیدؒ کا خلافت کے لئے نامزد کیا جانا۔ اگر ناجائز تھا تو مسلمانوں نے اس "ظلم" کے خلاف سلطنت اسلامی میں کہاں کہاں بغاوت کی۔ اور اس خانہ جنگی میں کتنے ہزار مسلمان مارے گئے۔ برخلاف اسکے اہل علم جانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور دوسرے نیک مسلمانوں کا امیر المومنین یزیدؒ سے تعاون، اسلامی فتوحات اور تبلیغ اسلام کا باعث ہوا۔ امیر کے عہد خلافت میں ملک فتح ہوئے۔ اور اسلام دنیا میں پھیلا۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مزید عزت عنایت فرمائی۔ اور اہل حق کا بول بالا ہوا۔ انہیں فتوحات کی

خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبالؒ مرحوم اپنے سابقوں (اسلاف) کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیتے گھوڑے ہم نے

علامہ صاحب اپنی قوم کو بتاتے ہیں کہ یہ وہ لوگ جن کی وجہ سے ہم دنیا کی اقوام میں افضل و برتر کہلا سکتے ہیں۔ اور ان ہی کی تگ و دو اور سعی و کاوش سے آج ہم زندہ ہیں۔ اقوام عالم میں ممتاز اور سرفراز ہیں۔ جنہوں نے تمام شیطانی طاقتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روند کر نیست و کر دیا تھا۔ اور خداوند عالم کے دین کو تمام دنیا پر غالب کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ بحر ظلمات ان کی راہ میں حائل ہوئے۔ تو انہوں نے بلا خوف و خطر اپنے گھوڑے سمندر کی ہوئی لہروں سے لڑنے اور ان پر فتح حاصل کرنے کے لئے سمندر میں ڈال دیتے اور وہ دن آئے کہ انہوں نے بری و بحری تمام راستوں کو روند ڈالا۔ تاریخ جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے والے کون تھے جن پر علامہ اقبال مرحوم نے ناز کیا ہے۔ آج اس پاکباز ہستی کو سبائیوں نے کذب اور اسلام دشمنی کے پردوں میں چھپا رکھا ہے، اہل علم جانتے ہیں۔ کہ سبائی و کوفی پروپیگنڈے نے حقائق پر پردہ پوشی کر کے دنیا کو حقیقت سے کوسوں دور اور بے خبر کر رکھا ہے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بحر ظلمات میں گھوڑے دوڑانے کا سہرا امیر المومنین یزیدؓ کے سر پر ہے۔ جن کو لوگ کوفیوں کے بہکانے سے بعض اوقات اسلام سے بھی خارج کر دیتے ہیں

امیر یزیدؓ کے سر پر اس لئے کہ عقبہ بن نافعؓ کو سیدنا معاویہؓ نے فوج کی سرداری سے معزول کر دیا تھا۔ لیکن امیر المومنین یزیدؓ نے اپنے عہد میں آپ کو بحال کر دیا تھا اور آپ پر اعتماد کرتے ہوئے مہموں پر بھیج دیا تھا۔ اور امیر کی خلافت میں امیر کے مقرر کردہ سالار نے تمام ممالک مراکش کو فتح کرتے ہوئے سمندر میں گھوڑا ڈال کر ثابت کر دیا تھا کہ امیر یزیدؓ نے مجھ پر جو اعتماد کیا تھا وہ صحیح اور حق تھا اہل بصیرت جانتے ہیں کہ کسی کام کی بنیاد رکھنے والے پر ہی اس کام کی کامیابی کا سہرا ہوتا ہے۔ جیسا کہ رہبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قیصر و کسرای کی چابیاں مجھے عطا فرما دیں ہیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ قیصر کسرای سیدنا عمر فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں فتح ہوا۔ اور آنحضور صلعم کے صحابی فاروق اعظمؓ کے ہاتھ میں چابیاں آنے کا مطلب در اصل یہ ہے کہ آنحضور صلعم کے ہاتھ میں قیصرہ کسریٰ کی چابیاں آئیں اور آنحضور کی یہ بشارت صرف بحرف پوری ہوئی، اس اصول انسانیت کو مد نظر رکھتے ہوئے۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے بحر ظلمات میں دوڑا دیتے گھوڑے ہم نے کا سہرا امیر المومنین یزیدؓ کے سر ہے۔ کیوں کہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت، آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سے سرانجام پائی تھی۔

امیر المومنین یزیدؓ کا عہد سیدنا علیؓ کے خونریز عہد کے مقابلہ میں پر امن تھا

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت قریباً پونے چار سال ہے۔ جس میں حادثہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ حادثہ کربلا کو خانہ جنگی یا بغاوت

کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی شرارت کا نتیجہ تھا۔ ان ظالموں نے سیدنا حسین رضؓ کو فریب سے کوفہ بلایا۔ جب آپ چلے آئے تو ان بد فطرت لوگوں نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا۔ اور سیدنا علی رضؓ کی طرح آپ کے بھی دشمن بن گئے۔ حکومت وقت کے کارندے کو دیکھ کر ان فریبیوں نے تقیہ کا لباس اتار کر حسین رضؓ کو کربلا میں گھیر لیا۔ جب آپ کو کوفی اصل رنگ میں نظر آئے تو آپ جس ارادہ سے کوفہ آئے تھے۔ اس سے دست بردار ہو کر تین مطالبات پیش کئے۔ واپس جانے کا۔ یا کسی سرحد پر جہاد میں شریک ہونے کا۔ یا امیر المومنین یزید رضؓ کے پاس جانے کا۔ لیکن ان کوفیوں نے آپ کا ایک بھی مطالبہ پورا نہ ہونے دیا۔ برخلاف اس کے ان کوفیوں کے اشتعال سے جو آپ کو مکہ مکرمہ سے ساتھ لا رہے تھے۔ جو انہوں نے مسلم کے بھائیوں اور بیٹوں کو دلایا۔ مسلم کے بھائیوں نے اصول اسلام کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلم کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کے دستے پر حملہ کر دیا۔ لہٰذا ان کی ناعاقبت اندیشی سے یہ حزن انگیز حادثہ پیش آیا۔

جب سیدنا حسین رضؓ جھگڑے سے قبل ہی اپنے ارادہ سے دست بردار ہو کر امیر کے پاس جانے کا اظہار کر چکے تھے تو پھر اس حادثہ کو خانہ جنگی یا بغاوت کس طرح کہا جا سکتا ہے۔ یہ تو کوفی سبائیوں کی یک طرفہ کاروائی تھی جس کی بنیاد محض اسلام میں تفرقہ ڈالنا تھا۔

رہا واقعہ حرہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا۔ سیدنا علی رضؓ کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ اور نہ ہی کوئی بنی عباس رضؓ اور نہ ہی

کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔ طبقات ابن سعد جیسی مستند کتاب میں سیدنا حسین رضؓ کے پوتے امام محمد باقر کی روایت موجود ہے۔

محمد باقر سے روایت ہے کہ "یحییٰ بن شہل نے ابو جعفر (امام باقر) سے واقعہ حرہ کے متعلق دریافت کیا کہ ان کے گھرانے کا کوئی شخص لڑنے نکلا تو امام باقر نے فرمایا کہ نہ خاندان ابو طالب میں سے نکلا تھا اور نہ ہی عبد المطلب (یعنی بنی ہاشم) کے گھرانے سے کوئی فرد لڑنے نکلا۔ سب اپنے گھروں میں گوشہ گیر رہے۔"

(طبقات ابن سعد)

عبداللہ بن زبیر رضؓ کے دعویٰ خلافت کی تائید میں مختار ثقفی جیسا سیاسی قسمت آزما کوفہ سے مدینہ منورہ اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے پہنچ گیا تھا۔ یہ وہی منافق شخص ہے جو مسلم بن عقیل کو اپنے گھر کوفہ بلا کر پہلے ان کی بیعت کرتا ہے اور پھر ان کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں اس کے ایک معتقد خورشید احمد فاروقی دہلوی جنہوں نے اس کی تعریف میں ایک کتاب "قرن اول کا مدبر" لکھ کر اس منافق کی خوب تعریف کی ہے۔ دہلوی صاحب لکھتے ہیں "مختار کے دل کی امنگ پینسٹھ ۶۵ سال کی عمر تک بھی پوری نہ ہوئی۔ تاہم وہ خاموش اور چوکنا حالات کا مطالعہ کرتا رہا اور ان منصوبوں کو پختہ کرتا رہا جن پر موقعہ ملنے کی صورت میں اسکو اپنی حکومت اور پالیسی کی عمارت اٹھانا تھی۔ یہ موقعہ اس کو ۶۰ ھ کے بعد میسر آیا، حضرت حسین رضؓ کے قتل کربلا کے بعد کوفہ میں ایسا ماحول پیدا ہو گیا۔ جس وہ ابھرتے کی امنگوں کو پروان چڑھا سکا۔" (ص ۲ قرن اول کا مدبر طبع دہلی)

باوجود اس ظالم کی تمام کوششوں کے مدینہ منورہ میں اسے منہ کی کھانی پڑی، چند دن

کی شورش کے بعد آخر کار اس منافق کو فرار ہونا پڑا۔ اس کے اٹھائے ہوئے ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا۔ بقول جلال الدین سیوطی کے "کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے" اہل نظر! اچھی طرح جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا خانہ جنگی کا نام ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔ ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب قریب مسلمان کام آئے جب کہ برخلاف اس کے آنحضور صلعم سے فیض یافتہ بزرگ سیدنا علی رض جن کا خود اپنا بیان ہے کہ "میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا تھا۔ اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ (ص۵۱ نہج البلاغہ طبع لاہور)
ان کی پانچسالہ خلافت میں آپس کی خانہ جنگیوں میں ساڑھے پچاسی ہزار نیک ترین انسانوں کو بے دریغ بے دردی سے مولی گاجر کی طرح کاٹ دیا گیا۔ اور تبلیغ اسلام و فتوحات کا کام خانہ جنگی کی نظر ہو چکا تھا۔ دشمنان اسلام کے حوصلے اتنے بڑھ گئے تھے کہ وہ اسلام کو نیچا دکھانے کی تدبیریں سوچنے لگے تھے۔ سیدنا علی کی پانچ سالہ خلافت اور امیر المومنین یزید رض کی پونے چار سالہ خلافت کا مقابلہ کیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے دیانتداری اور انصاف سے فیصلہ کیا جائے۔ تو ہر عقل مند انسان کو اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ آنحضرت کے نیک ترین ساتھیوں نے سیدنا علی رض کی خلافت میں خانہ جنگی اور تباہی کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر یزید رض کو خلافت کے لئے نامزد کر کے جو امیر پر اعتماد اور بھروسہ کیا اور امیدیں باندھی تھیں۔ بزرگوں کا یہ فیصلہ صحیح اور درست ثابت ہوا۔ امیر المومنین یزید رض نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے

صحابہ کرام رض کے خیال اور اعتماد کو چار چاند لگا دیئے تھے۔

امیر المومنین یزید رض کے عہد میں خدمت اسلام کا سلسلہ جاری رہا

آپ کے عہد خلافت میں اتنے بڑے ملک سے سیدنا معاویہ رض کے زمانہ خلافت کی طرح ٹیکس اور محاصل جمع ہو کر دارالحکومت دمشق پہنچ رہے تھے۔ سارے کے سارے کام اور ملکی انتظام باقاعدگی سے چل رہے تھے۔ تبلیغ دین اور فتوحات کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا۔ اور تمام حقداروں، مہاجروں و انصار کے علاوہ خاندان نبوت کے ہر فرد کو وظیفے اور عطیے ملتے رہے۔ بلکہ خاندان نبوت سے خاص طور پر امتیازی سلوک کیا جاتا رہا۔ جیسا کہ سیدنا امیر معاویہ رض کے زمانہ خلافت سے چلا آرہا تھا۔ جس کو ایک شیعہ عالم اس طرح بیان کرتا ہے "اور امیر معاویہ رض دنیا میں وہ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے۔ اور ان کے فرزند یزید رض وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان عطیات کو دگنا کیا" (ص ۸۲۳ جلد ۲ شرح ابن ابی الحدید)

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ اگر امیر یزید رض میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص تھا تو وظیفے پانے والے بزرگوں کی پوزیشن کیا تھی۔ کیوں یہ بزرگ ایک فاسق کے ہاتھ سے وظیفے پا پا کر اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھر رہے تھے۔ کیا اہل بصیرت نہیں جانتے کہ چور کا مال کھانے والے اور چور کی شہادت دینے والے، اور چور کو پناہ دینے والے کون ہوتے ہیں۔ ان حالات میں سبائیوں کی ہاں میں ملانے والوں سے ہم اپیل کرتے ہیں کہ خدا سے ڈرو، کیوں سبائی پروپیگنڈا

کا شکار ہو کر صحابہ رضؓ کے مسلک کو چھوڑ کر اپنا نقصان کر رہے ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ امیر المومنین یزید رضؓ نے شروع ہی سے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جس کی شہادتیں پیش کی جا رہی ہیں۔ آنحضور صلعم کے ارشاد کے مطابق تمام آنے والے انسانوں سے نیک ترین انسانوں نے آپ سے تعاون فرمایا جس کا نتیجہ اہل نظر کے سامنے ہے۔ جیسا کہ آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا چلا گیا۔ اور یہی اللہ اور اس کے رسول پاک صلعم کی مرضی تھی۔ آپ کے عہد کی فتوحات نے ثابت کیا کہ امیر المومنین یزید رضؓ دین حق کو دنیا میں پھیلانے میں پورے پورے حصہ دار ہیں۔ اور اصول اسلام کے مطابق "حق کا بول بالا کرنے والے ہی فلاح پانے والے ہیں"۔ (سورۃ توبہ)

امیر المومنین یزیدؓ عہد کی گرانقدر فتوحات

یہاں بہتر ہوگا کہ قارئین کرام کو امیر المومنین یزید رضؓ کے عہد خلافت کی فتوحات سے بھی تھوڑا بہت تعارف کروا دیا جائے جو تاریخ اسلام میں موجود ہے۔

سمرقند کی فتح

مسلم بن زیاد بارہ ہزار فوج لے کر سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ ترکوں نے ان کا مقابلہ کیا۔ نہایت۔ گھسان کا معرکہ ہوا۔ ترکوں نے شکست کھائی۔ اور بھاگ کر سمرقند کے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ مسلم بن زیاد بھی پیچھے سے پیچھے آئے اور آکر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور چند روز کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح کر کے ترکوں کو بے دخل کر دیا۔ ترک وہاں سے بھاگ کر خوارزم میں جمع ہو گئے۔

خوارزم کی فتح

مسلم بن زیاد سمرقند میں اپنا ایک نائب مقرر کر کے خوارزم کی طرف بڑھے ترکوں نے قرب و جوار کے علاقہ سے زبردست جمعیت فراہم کر لی۔ مسلم بن زیاد کے پاس ان سے چوتھائی حصہ جمعیت بھی نہ تھی۔ انہوں نے ایک شب کو اس وقت ترکوں پر شبخون مارا جبکہ وہ محو استراحت تھے، ہزاروں ترک مارے گئے۔ جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔

(تاریخ اسلام صادق حسین ص ۱۰۷ جلد ۲)

مراکش کی فتح

امیر المومنین یزید رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں جناب عقبہ بن نافع رضؓ کو بحال کر کے اور افریقہ کی سپہ سالاری پر فائز کر کے اس ملک کی طرف روانہ کیا۔ اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں کہ سنہ ۶۲ھ میں عقبہ بن نافع رضؓ نے قیس بلوی کو مختصر فوج کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خود مجاہدین کا لشکر لے کر مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ شہر باغانہ پر رومی لشکر سے مقابلہ ہوا سخت لڑائی کے بعد رومی فرار ہو گئے پھر شہر اربہ پر رومیوں نے دوبارہ سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی ان کو سخت ہزیمت ہوئی۔ مسلمانوں کی فتوحات کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو دیکھ کر رومیوں نے بربریوں کو جو ابھی عیسائی بھی نہ تھے، اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور مسلمانوں کی تھوڑی سی فوج اور جمعیت کے مقابلہ میں رومیوں اور بربریوں کی افواج کثیر نے میدان جنگ میں قدم جمائے۔ خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ مقابلے میں رومی گورنر نے اپنے آپ کو عقبہ بن نافع رضؓ کے حوالے کر دیا۔ عقبہ نے اس کو آزاد کر دیا۔ اور شہر طنجہ کو کوئی نقصان پہنچائے

بغیر آگے بڑھے۔ تمام ممالک کو مراکش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات یعنی بحر اطلانٹک کے ساحل تک پہنچ گئے۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر عقبہ رضؓ اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر، اللہ کے ہاں یوں عرض گذار ہوا۔ یاالٰہی! یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا۔ (ص۹۱ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ طبع کراچی)

بعض مسلمان مؤرخ اور کذب بیانی

صحابہ کرام رضؓ کی محبت کا دم بھرنے اور اپنے آپ کو حق کا نقیب سمجھنے والے بعض مسلمان مؤرخین جنہوں نے سبائی پروپیگنڈے اور اندھی عقیدت کا شکار ہو کر انصاف کا ستیاناس کر کے رکھ دیا ہے، اور انہوں نے سیدنا حسین رضؓ کی عقیدت میں جھوٹ بولنے اور لکھنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں صاف صاف حکم فرما دیا ہے۔ کہ "جنت فقط سچ بولنے والوں کے لئے ہے" اور پھر عام قانون کے مطابق بھی جو شخص جھوٹ بولتا یا لکھتا ہے۔ اسکی شہادت قبول کرنا سچائی کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔ یہ مؤرخین اندھی عقیدت کا شکار ہو کر عقل جیسی قیمتی چیز کو بھی کھو بیٹھے ہیں۔ ہم بہت بڑے تین مؤرخوں کے واضح جھوٹ اہل نظر کے سامنے پیش کر کے فیصلہ اہل حق پر چھوڑتے ہیں۔ اہل بصیرت فیصلہ کریں کہ جب اتنے بڑے عالم عقیدت کے گرداب میں پھنس کر جھوٹ بولنے سے گریز نہیں کرتے تو حقیقت جھوٹ کے پردوں میں کیوں نہ روپوش ہوتی چلی جائے جناب ابن خلدون کے متعلق تو آگے چل کر دوسری جگہ کچھ عرض کیا جائے گا۔

یہاں جناب جلال الدین صاحب سیوطی اور اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی کے جھوٹ ملاحظہ فرما دیں۔ اربابِ علم غور فرما دیں کہ جناب اکبر شاہ صاحب پر سیدنا حسین رضؓ کی عقیدت کس قدر مسلط ہے۔ کہ جناب کو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ انہوں نے ص۹۱ پر کیا لکھا ہے اور اب ص۹۲ پر کیا لکھ رہے ہیں۔

لکھتے ہیں "یزید رضؓ کی سلطنت تقریباً پونے چار سال رہی۔ اسکے دور حکومت میں مسلمانوں کو کوئی فتح و کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ امیر معاویہ رضؓ کی بیست سالہ حکومت کے بعد اندرونی جھگڑوں اور بیرونی اقوام کی طرف سے غافل ہونے کا زمانہ شروع ہو گیا"۔

(ص۹۲ جلد ۲ تاریخ اسلام اکبر شاہ)

اہل نظر دیکھ لیا یہ ہیں ہمارے عالم۔ تاریخ اسلام کے مرتبین۔ خوب غور فرما دیں کہ ص۹۱ پر آپ لکھتے ہیں کہ امیر کے مقرر کردہ جرنیل جناب عقبہ رحؒ نے تمام ملک مراکش کو فتح کر کے سمندر میں گھوڑا ڈال دیا۔ لیکن عقیدت کا شکار ہو کر جناب نے ص۹۲ پر فتوحات ہی سے انکار کر دیا۔ اکبر شاہ صاحب نے غالباً ص۹۱ قتل حسین رضؓ سے پہلے لکھا تھا اور ص۹۲ آپ نے قتل حسین رضؓ کے بعد لکھا ہے۔ عزیزو! یہ تو ہیں اکبر شاہ صاحب نجیب آبادی۔ اب آپ جلال الدین سیوطی صاحب کی گوہر افشانی ملاحظہ فرما دیں۔ سیوطی اپنی کتاب وہ تاریخ الخلفاء میں واقعہ حرہ کے بارے میں۔

لکھتے ہیں واقعہ حرہ جانتے ہو گیا تھا۔ اس کی کیفیت حسن اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ اہل مدینہ سے کوئی شخص ایسا نہیں،

تھا۔ جو اس لشکر سے پناہ میں رہا ہو۔ ہزارہا صحابہ رضؓ کرام شہید ہوئے"۔ (سیوطی کے مطابق دوسرے لوگ قتل ہونے والے لاکھوں ہوں گے۔ کیونکہ صحابہ رضؓ اس وقت خال خال تھے اور جب خال خال لوگ ہزارہا قتل ہوئے تو باقی لوگ جو عام تھے وہ تو لاکھوں کی تعداد میں قتل ہوئے ہوں گے)

(صفحہ ۲۲۵ تاریخ الخلفاء سیوطی)

ارباب بصیرت! صفحہ ۲۲۵ بار بار غور سے دیکھیں سیوطی صاحب لکھتے ہیں کہ ہزارہا صحابہ کرامؓ شہید کر دیئے گئے۔ لیکن صفحہ ۲۲۶ پر سیوطی صاحب خود ہی اسکی تردید کرتے ہوئے اقرار کرتے ہیں کہ صفحہ ۲۲۵ میں نے عقیدت کا شکار ہو کر لکھا تھا اور صفحہ ۲۲۶ دیانتداری سے لکھ رہا ہوں۔

لکھتے ہیں "واقعہ حرہ یعنی واقعہ مدینہ منورہ میں کل تین سو ساٹھ ۳۶۰ قریش و مہاجرین اور انصار (سب ملا کر) شہید ہوئے۔

(صفحہ ۲۲۶ تاریخ الخلفاء سیوطی طبع کراچی)

اہل نظر! یہ ہیں ہمارے اسلامی مورخ جن کو سیدنا حسین رضؓ کی عقیدت میں یہ تک یاد نہیں کہ ہم نے پچھلے صفحہ پر کیا لکھا ہے (اور اب کیا لکھ رہے ہیں۔ لہٰذا اہل حق کا فرض ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے مسلک کے خلاف اس سبائی پروپیگنڈے سے بچیں اور ہر خبر کو ذہن نشین کرتے وقت دیانتداری انصاف اور کتاب و سنت کو مد نظر رکھیں۔

امیر المومنین یزید رضؓ خلافت کے صحیح حقدار تھے

ہر باپ اپنی اولاد کی بہتری چاہتا ہے

لیکن دنیا میں بہت کم والدین ایسے ہوں گے جو اپنی اولاد کی خیر خواہی میں انصاف اور اسلام کے تقاضوں کو پیش نظر رکھیں۔ سیدنا امیر معاویہ رضؓ نے اگر اپنے بیٹے یزید رضؓ کو عالم اسلام کا خلیفہ بنایا تو انہیں اس عظیم منصب کا اہل سمجھتے ہوئے منتخب کیا۔ چنانچہ ان کے انتخاب کے وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور جو دعا مانگی اس سے ان کی بے غرضی آئینے کی طرح ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ مولوی محمد ظفر ایم اے ایل ایل بی سرگودھا دو پھول میں لکھتے ہیں کہ "اے اللہ پاک اگر میں یزید رضؓ کو اس کی لیاقت اہلیت اور فضیلت کی وجہ سے ولیعہد بنا رہا ہوں تو تو اس کو پورا کر دے اور اس کی مدد فرما، اگر میں شفقت پدری سے یہ کام کر رہا ہوں، اور وہ خلافت کا اہل نہیں ہے تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی اس کی روح قبض کر لے"۔ ابن حجر تطہیر الجنان میں لکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ معاویہ رضؓ سے یزید رضؓ کے بارے میں ظہور پزیر ہوا ہے۔ اس معاملہ میں انکے نزدیک یزید رضؓ میں کوئی بھی نقص نہ تھا، اور اگر اس میں ذرہ بھر بھی فسق وغیرہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کی بیعت نہ لیتے"۔ (صفحہ ۵۸ دو پھول) اس دعا کو جلال الدین سیوطی اس طرح بیان کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ۔

"عطیہ بن قیس کہتے ہیں کہ امیر معاویہ رضؓ نے ایک دن خطبہ پڑھا تو دعا کی کہ اے اللہ رب العالمین اگر میں یزید رضؓ کو اس کی لیاقت کی وجہ سے ولیعہد بنا رہا ہوں تو تو مجھ کو میری امید میں کامیاب کر اور اگر میں محض شفقت پدری کی وجہ سے اس بات پر مائل ہوا ہوں اور حقیقت میں یزید رضؓ قابل خلافت نہیں تو تو اس کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی اسکی جان قبض کر لے"۔ (صفحہ ۲۰۶ تاریخ الخلفاء)

مورخ اسلام علامہ ذہبیؒ نے طبقات المشاہیر صفحہ ۹۲ پر اور حافظ ابن کثیر نے صفحہ ۸۰ جلد ۸ پر البدایہ والنہایہ میں بھی یہ دعا نقل کی ہے۔

باب سوم

یزید رضی اللہ تعالےٰ عنہ

خدا اور نبیؐ پر جو ایمان لائے — جہادوں میں جو اپنے جوہر دکھائے
جسے ابن عباسؓ اچھا بتائے — عمرؓ کا پسر جس کو بھائی بنائے
برا ایسے بندے کو جو بھی کہے گا
وہاں اس پہ کہنے کا لازم پڑے گا
کیے حج ادا تھے امامت میں جسکی — لڑے راہ حق میں قیادت میں جسکی
ملی دیں کو وسعت خلافت میں جسکی — نہیں شک ذرہ بھر شرافت میں جسکی
بڑا نیک اور نیک بختوں کا جایا
ہے رحمتؐ نے مغفور جس کو بتایا
نمازیں پڑھی عقیلؓ امامت میں جسکی — جسے ابن جعفرؓ نے دل سے دعا دی
کریں بیعت جسکی جناب علی۱ رحؒ بھی — محمد۲ رحؒ علی رضؓ کا پسر اور ولی بھی
عیاں ہو رہی ہے اسی سے حقیقت
ذرا غور فرما دیں اہل بصیرت

۱ سیدنا علی (زین العابدین) بن سیدنا حسینؓ ۲ جناب محمد (ابن حنفیہ) ابن سیدنا علی رضؓ

امیر المومنین یزید رضؓ کے محاسن

(۱) امیر المومنین یزید رضؓ سیدنا ابو سفیانؓ کے پوتے اور کاتب وحی صحابی رسول پاکؐ سیدنا معاویہؓ کے فرزند ارجمند، ام المومنین سیدہ ام حبیبہؓ کے بھتیجے تھے اس لئے آنحضور صلعم کے خاص رشتہ دار ہوئے۔ اور آنحضور صلعم کے فرمان کے مطابق آنحضرتؐ کے رشتہ داروں کا لحاظ لازمی اور ضروری ہے۔

(۲) امیر یزید رضؓ مسلمان تھے اور مسلمان ہونیکی حیثیت سے آپ نے جہادوں میں حصہ لیا۔ اور جہاد کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بہت ہی اچھے وعدے فرمائے ہوئے ہیں، اور سورۃ الحجرات میں فرمایا، کہ جہاد کرنے والوں کے گناہ معاف کردوں گا۔ اور انعامات سے نوازوں گا۔ پھر کسی دوسرے کو کیا حق ہے کہ خواہ مخواہ اللہ تعالے کے کاموں میں دخل دے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر میری امت کی جو پہلی فوج جہاد کریگی وہ مغفور ہے۔ امیر یزید رضؓ اس فوج کے سالار تھے۔ اس لئے آپ پیدائشی جنتی ہیں۔ اور جنتی پر حرف گیری کرنا گناہ ہے۔

(۴) تمام صحابہ کرام رضؓ جو اس وقت دنیا میں حیات تھے، سب نے امیر سے خلافت کی بیعت کی، اور امیر کو امیر المومنین کے لقب سے یاد فرمایا امیر کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ مناسک حج ادا کئے۔ خطبات سنے، ہر طرح سے امیر کے ساتھ تعاون فرمایا۔ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضؓ نے امیر کے ماتحت جہاد کئے۔

لہٰذا امیر المومنین یزید رضؓ وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ادنیٰ غلام ہونے کی حیثیت کے باوجود بھی اللہ تعالےٰ نے آپ کو ایک ایسی صفت سے نوازا، جس پر آپ بجا طور پر فخر کرنے میں حق بجانب ہیں، یہ کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور آپ کے نائبوں کے دست حق پر خلافت کی بیعت کر کے ان کو اپنا امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں ایک شخص بھی ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں سے کسی طور بھی افضل ہو۔ لیکن امیر المومنین یزید رضؓ کی بیعت کر کے آپ کو اپنا امیر و امام تسلیم کرتے والوں میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی اکثر ذیشان ہستیاں موجود تھیں۔ لہٰذا ان حالات کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی محبت کا دم بھرنے والوں کو شرم محسوس کرنی چاہیئے کہ وہ کم از کم صحابہ کرام رضؓ ہی کی وجہ سے امیر المومنین یزید رضؓ کی شان میں گستاخیاں نہ کریں۔

(۵) امیر المومنین یزید رحؒ دین حق کے خادم اور امت مسلمہ کے خلیفہ بنے اور لوگوں پر خدا کے حکموں کو نافذ کیا، دنیا کی اصلاح میں حصہ لیا۔ اور اسلام کو دنیا میں پھیلایا۔ گویا اللہ کے بندوں کو فیض پہنچایا۔ اسلامی سرحدوں کو وسیع کیا۔ لہٰذا قرآن کریم کے اصول کے مطابق فلاح و نجات پانے والے وہی لوگ ہیں جو حق کا بول بالا کرتے ہیں۔ رہا کربلا کے مظالم اور بداعمالیوں کا معاملہ تو یہ کوئی تفرقہ بازوں کی افسانہ تراشی ہے۔

(۶) امیر یزید رحؒ کو اس وقت کے تمام مسلمان معہ تمام صحابہ کرام رضؓ اور سیدنا حسینؓ کے (سوائے سبائیوں کے) نیک اور دیندار سمجھتے تھے۔ اگر امیر میں کسی قسم کی کوئی بھی خرابی ہوتی تو صحابہ کرام رحؒ کی شان کے خلاف تھا کہ آپ ایسے آدمی

کے ساتھ تعاون کرتے۔ لہٰذا امیر کے سچا ہونے کا ثبوت یہی کافی ہے اور سیدنا حسین رضؓ کا بیعت سے انکار کرنا اسلئے تھا کہ آپ اپنے آپکو امیر سے بہتر سمجھ کر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے جس کا ثبوت کتاب ہٰذا میں کافی سے زیادہ پہنچا دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اصول اسلام کے خلاف ہے کہ کسی ایک نیک ہستی کے ذاتی خیالات اور رائے کو جمہور امت کے خلاف دین کا مقام دیدیا جائے۔

(۷) سیدنا عبداللہ بن عمر رضؓ نے سیدنا ابن عباسؓ کی موجودگی میں حضرت حسین رضؓ اور ابن زبیر رضؓ سے فرمایا تھا۔ کہ تم دونوں (ابن زبیر رضؓ اور سیدنا حسینؓ) خدا سے ڈرو اور مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یعنی امیر یزید کی بیعت کر لو۔ اگر امیر میں کوئی خرابی ہوتی تو اول یہ دونوں بزرگ آنحضور صلعم کے صحبت یافتہ کبھی بھی امیر کے حق میں تبلیغ نہ کرتے۔ دوم ابن زبیرؓ اور سیدنا حسین جن کو خدا سے ڈرایا۔ اور تفرقہ باز کہا جا رہا ہے۔ اگر امیر یزید رضؓ میں کوئی خرابی ہوتی تو اسے ضرور ظاہر کرتے ان دونوں بزرگوں کا شروع سے لے کر آخر تک امیر المومنین یزید رضؓ کے اخلاق وغیرہ کے متعلق ایک لفظ بھی اپنی زبانوں سے نہ کہنا، اس سے زیادہ امیر کی شرافت اور صلاحیت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارا دعویٰ ہے کہ سیدنا حسین رضؓ یا کسی دوسرے ذمہ دار بزرگ کی زبان سے ایک لفظ بھی امیر کے کریکٹر کے متعلق غلط ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضؓ فرماتے ہیں۔ کہ یزید رضؓ اپنے خاندان میں صالح فرزند ہیں۔ اس خاندان میں جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ

کے مقابلہ میں عزت دی۔ یعنی جو کعبۃ اللہ میں داخل ہوا اس کو بھی امان اور جو ابوسفیان رضؓ کے گھر داخل ہوا اس کو بھی امان۔ اور اس خاندان میں جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا کلام لکھنے والے۔ نیکو کار ہیں، یعنی سیدنا معاویہ رضؓ کاتب وحی۔ اور اس خاندان میں جس میں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہم جیسی پاک ہستی پیدا ہوئیں۔ اور اس خاندان میں جس میں سیدنا یزید رضؓ بن ابوسفیان رضؓ فاتح شام جیسے بہادر ترین اور خداوند کریم کے پسندیدہ انسان پیدا ہوئے۔

(۹) سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق رضؓ حادثہ کربلا کے تین سال بعد اپنے بھائیوں بیٹیوں اور باقی دوستوں ورشتہ داروں کو تو چھوڑنے کو تیار ہیں۔ لیکن امیر یزید رضؓ کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہیں۔ (بخاری شریف)

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن جعفر رضؓ آنحضور کے منہ بولے بیٹے امیر کو فرماتے ہیں کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اور اپنی لخت جگر کا امیر سے نکاح کر دیتے ہیں۔ اللہ اکبر! جس شخص کو سیدنا عبداللہ رضؓ اس قدر عزیز سمجھیں، اس کے خلاف کچھ کہنے والا کس طرح صحابہ کرام رضؓ کا دوست ہو سکتا ہے، امیر کے خلاف کچھ کہنا ابن جعفر رضؓ کے مسلک اور ایمان پر حملہ اور چیلنج کے مترادف ہے۔

(۱۱) سیدنا محمد بن علی رضؓ (ابن حنفیہ) امیر کے نیک اور دین دار ہونے کی شہادت دیتے ہیں، فرماتے ہیں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں، قیام کرتا ہوں، میں نے ان کو نیک کاموں میں سرگرم، نماز کی پابندی کرنے والا

اور سنت نبوی کا شیدائی پایا ہے۔ (حافظ ابن کثیر) اب اگر امیر کو برا کہا جائے، تو محمد بن علی رضؓ کی تکذیب ہوتی ہے۔ اگر محمد بن علی رضؓ کو حق پر سمجھتا ہے تو امیر کو پہلے حق پر سمجھنا ہو گا، ورنہ ابن حنیفہ کی پوزیشن کے داغدار ہونے کا خدشہ ہے۔

(۱۲) سیدنا زین العابدینؒ امیر سے خلافت کی بیعت کرتے ہیں، اور کربلا کے حادثہ کے تین سال بعد فرماتے ہیں۔ کہ اے اللہ امیر المومنین یزید رضؓ کو اپنی رحمت میں ڈھانپ لے اور ان کو جزائے خیر عنایت فرما۔ اب اگر امیر نقص دار ہیں تو یاد رکھیے سیدنا زین العابدین کی پوزیشن کسی طرح بھی ٹھیک نہیں مانی جا سکتی۔ کیونکہ جو شخص ایک بے راہرو آدمی سے دنیاوی فوائد حاصل کرتا ہے، اسکی تعریفین کرتا ہے۔ اس کے لئے دعائیں مانگتا ہے، کیونکر حق پر ہو سکتا ہے۔

(۱۳) سیدنا حسین رضؓ کے قتل سے امیر المومنین یزید رضؓ بالکل پاک ہیں۔ آپ کے قاتل کوفی تفرقہ باز ہیں جنہوں نے آپ کو دھوکے سے بلایا۔ اور خود ہی دونوں طرف ہو کر آپ کو ختم کر دیا جسکا ثبوت سیدنا زین العابدین کے عمل سے بخوبی مل سکتا ہے، کہ آپ نے اپنے باپ کے قاتل کوفیوں کو ساری عمر منہ تک نہیں لگایا اور امیر المومنین یزید رضؓ سے ہر قسم کے تعلقات استوار کیے اور حجتہ الاسلام امام غزالیؒ بھی ہماری شہادت دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ امیر یزید رضؓ نے قتل حسین رضؓ کا حکم دیا یا قتل آپ کی مرضی سے ہوا۔ یا امیر قتل حسین رضؓ سے خوش ہوئے تو جاننا چاہیے کہ ایسا شخص پہلے درجے کا احمق ہے، اور امیر مومن تھے جو ہماری ہر دعا میں شامل ہیں۔ (وفیات الاعیان ابن خلکان) امیر کو برا کہنا امام غزالی کو بھی برا کہنے کے مترادف ہے۔

(۱۴) سیدنا علیؓ، سیدنا حسینؓ، سیدہ زینبؓ، آپ کی ہمشیرہ سیدہ فاطمہؓ، ہمشیرہ دوم ام کلثوم، آپ کی بیٹی، سیدنا زین العابدینؒ، اور آپ کے باقی تمام بھائی اور رشتہ دار بلکہ اس وقت کے تمام مسلمان، تمام صحابہ کرامؓ کوفیوں ہی کو قتل حسینؓ کا ذمہ وار ٹھہراتے اور سمجھتے ہیں، اسلئے جو شخص بھی ان بزرگوں کے خیالات کے خلاف رائے قائم کرتا ہے۔ وہ قرآن کریم کے اصول کے مطابق مجرم ہے۔ کیوں کہ اس نے غلط شہادت دے کر قرآن کریم کے خلاف کیا جو بہت بڑا جرم ہے۔

(۱۵) امیر المومنین یزیدؒ کو اس حادثہ کی خبر ملی تو آپ نے بحد افسوس کیا اور ابن زیاد کو برا کہا، حرم محترم کو اپنے گھر میں اپنے گھر کے فرد سمجھتے ہوئے ٹھہرایا۔ اور جب تک وہ دمشق میں رہے ان کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے اور سیدنا زین العابدینؒ کو اپنے بیٹوں کی طرح سمجھتے ہوئے جب تک وہ دمشق میں رہے اپنے ساتھ کھانا کھلاتے رہے اور تمام اہل علیؓ کو اپنے گھر کے فرد سمجھتے ہوئے دامے درمے مدد کی اور نہایت حفاظت سے مدینہ منورہ پہنچایا۔ یہ تمام باتیں ہم نے شیعہ کتب سے بوضاحت آپ حضرات کے سامنے پیش کر دی ہیں، جن کو جھٹلانا ناممکن ہے۔

امیر المومنین یزیدؒ کے خصائل دشمنوں کی نظر میں

یہ ٹھیک ہے کہ ہر انسان کو ہر حالت میں انصاف، اصولِ انسانیت کو کسی حالت میں بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے چاہے بات اسکے ماں باپ اور اپنی ذات کے بھی کیوں نہ خلاف ہو۔ لیکن دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ سوائے ان لوگوں کے جن پر اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی ہو۔ باقی

تمام کے تمام لوگ جب کبھی کوئی معاملہ پیش آتا ہے۔ تو اپنی عقیدت و رشتہ داری اور دوست داری میں انصاف سے کہیں دور چلے جاتے ہیں۔ اسلئے اب سوائے اس کے چارہ نہیں کہ شہادت کے لئے غیر جانب داری کو ترجیح دی جائے، تاکہ جہاں تک ہو سکے جانب داری سے دور ہوتے ہوئے انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دیکھا جائے کہ غیر جانبدار بلکہ وہ لوگ جن کو امیر کے آباؤ اجداد اور آپ نے دنیا سے نیست و نابود کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی اس قوم کے مورخ آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی مورخ پروفیسر ہٹی کی کتاب تاریخ عرب انگریزی طبع لنڈن سے یہ فقرے پیش کئے جاتے ہیں۔

اعلیٰ تعلیم و تربیت

(۱) اس زمانہ میں باقاعدہ تعلیم کا انتظام نہیں تھا پہلے پہل اموی شہزادوں کے لئے بادیہ یا دوسرے لفظوں میں "شام کا صحرا"، ایک قسم کے سکول کا کام دیتا تھا۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو خالص عربی زبان اور شاعری میں مہارت پیدا کرنے کے لئے بھیجتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت معاویہؓ نے اپنے بیٹے اور ولیعہد یزیدؓ کو بھی یہاں بھیجا تھا۔ لوگ اس شخص کو تعلیم یافتہ کہتے تھے جو اپنی قومی زبان میں لکھ پڑھ سکے تیر اور کمان چلا سکے، اور تیرنا جانتا ہو۔ ایسے شخص کو وہ "الکامل" کہتے تھے۔ (تاریخ عرب انگریزی ہٹی صفحہ ۲۵۲)

دوسرا عیسائی مورخ لکھتا ہے

وہ یزیدؓ حد درجہ حلیم و کریم، سنجیدہ و متین، غرور و خود بینی سے مبرا، اپنی زیر دست رعایا کے محبوب۔ ترک و احتشام شاہی سے متنفر۔ عام شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والے۔ اور مہذب اللسان تھے (صفحہ ۱۱۶۳ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام)

مؤرخ اسلام امام ذہبی اور حافظ ابن کثیر بھی اس سلسلہ میں امیر المومنین یزید رض کی اس طرح تعریف کرتے ہوئے۔

لکھتے ہیں

امیر یزید رض کی ذات میں بہت ہی اچھی خصلیتیں، حلم و کرم، فصاحت و شعر گوئی اور شجاعت و بہادری کی تھیں۔ نیز حکومت کے معاملات میں بہت ہی عمدہ رائے رکھتے تھے۔ اور وہ خوبصورت و خوش سیرت تھے۔

(ص ۹۴ جلد ۳ تاریخ اسلام ذہبی) ص ۲۲ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

امارت حج اور امیر یزید رض

امیر المومنین یزید رض نے امارت حج کے فرائض تین سال لگاتار ادا فرمائے، خود حج ادا کیے اور تمام مسلمانوں کو حج کرائے۔ ان میں وہ بزرگ بھی تھے جو بعد آنے والے تمام انسانوں سے بزرگ تھے۔ اور ان میں صحابہ کرام رض سے بھی افضل ہستیاں یعنی تمام مومنوں کی مائیں (امہات المومنین) بھی شامل تھیں۔ آپ نے ان سالوں میں امارت حج کے فرائض انجام ادا کیے۔ سنہ ۵۱ھ سنہ ۵۲ سنہ ۵۳ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ امیر المومنین یزید رض نے تین سال خود بھی حج کیے اور لوگوں کو بھی حج کرائے، یعنی امیر حج رہے۔

"لوگوں کو یزید بن معاویہ رض نے سنہ ۵۱ھ سنہ ۵۲ سنہ ۵۳ھ میں حج کرایا یعنی امیر حج کے فرائض انجام دیئے"۔ (ص ۲۲۹ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

زمانہ حال کے مؤرخ صادق حسین بھی لکھتے ہیں، کہ امیر المومنین دو سال امیر حج بھی رہے ہیں۔ ایک یا دو سال یزید رض امیر حج بھی رہے ہیں۔ (ص ۵۷ جلد ۲ تاریخ اسلام صادق حسین) مؤرخ اسلام ذہبی بھی بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزید نے لوگوں کو تین سال حج کرایا، اور خود کیا

"تین سال یزید بن معاویہ رض نے امیر حج کی حیثیت سے حج کیا اور لوگوں کو بھی حج کرایا"۔ (طبقات المشاہیر والاعلام و تاریخ الاسلام امام ذہبی ص ۹۱ جلد ۳)

شیعہ مؤرخ طبری نے بھی سنہ ۵۱ھ میں امیر المومنین یزید کے امیر حج ہونیکا اعتراف کیا ہے۔ (ص ۱۶۱ جلد ۶ طبری طبع مصر)

امیر حج کا منصب جلیل

مذہبی اور سیاسی دونوں پہلوؤں سے امیر حج کا منصب بہت ہی جلیل و افضل ہے۔

سنہ ۸ھ فتح مکہ کے بعد یہ منصب جلیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے یار غار عزیز دوست سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رض کے سپرد کیا اور سنہ ۱۰ھ کو آنحضور صلعم خود اپنی حیات طیبہ کا پہلا اور آخری حج ادا کرنے تشریف لے گئے۔ اور اس حج میں آپ خود ہی امیر حج تھے اسی حج کو حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ آپ کے سفر عقبےٰ کے بعد خلفائے راشدین آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تقریباً ہر سال حج کرنے خود تشریف لے جاتے اور خود ہی امیر حج ہوتے۔ یا کبھی اپنے دوستوں میں سے تقوٰی کے لحاظ سے جس کو افضل سمجھتے اسکو امیر حج بنا کر بھیجتے جس طرح سیدنا عثمان غنی رض نے محاصرہ مدینہ کے وقت سیدنا عبداللہ بن عباس رض کو امیر حج بنا کر بھیجا تھا۔

امیر حج کے فرائض

اہل علم جانتے ہیں کہ تمام اسلامی ممالک سے جو مسلمان حج کرنے آتے۔ وہ اپنے امیروں سے خطبوں میں ہدایات اور نصائح سنتے اور فیض عام حاصل کرتے، اور ساتھ ساتھ وقتی ضرورتوں کیلئے بھی ہدایتیں حاصل کرتے۔ اور امیر حج بھی تمام مسلمانوں سے ملتے اور ان کی شکایتیں سنتے اور ان کو رفع کرنے کی سعی کرتے۔ ہر حالت میں امامت حج کا منصب بہت

ہی بڑا اور بہت ہی جلیل منصب ہے۔ ایسا منصب جلیل! نیک اور انصاف پسند لوگ کسی حالت میں بھی نااہل قسم کے لوگوں کے سپرد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ امارت حج کوئی معمولی فریضہ نہیں جس کو ہر کوئی نباہ سکے، بلکہ حضورؐ کی سنت کے پابند امام کی قیادت میں حق کے پروانوں کا اپنے مالک کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی سچی محبت اور حقیقی عقیدت کا ثبوت بہم پہنچانا ہے۔ اور یہ سب کچھ آنحضور صلعم کی سنت کے مطابق سرانجام دینا ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضور صلعم کی حیات طیبہ میں دو مرتبہ اس پر عمل ہوا۔ ایک دفعہ آنحضورؐ نے اپنے بعد تمام مومنوں سے نیک انسان کی امارت میں اور دوسری دفعہ خود رحمت اللعالمین صلعم نے اپنی سرکردگی میں یہ فریضہ حج سرانجام دیا تھا۔ اب اگر اس سنت کے خلاف کسی نااہل شخص کو امیر حج بنایا جاتا تو آنحضور صلعم کے حرم محترم امہات المومنین رضی اللہ عنہم اور آپؐ کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ پر بہت بڑا ظلم تھا۔ اور پھر یہ پاک ہستیاں جن کے متعلق خود مالک یہ فرماتا ہے کہ "میرے نبی کے ساتھی نافرمانوں پر نہایت ہی سخت ہیں" اور امہات المومنین رضؓ جن کو خالق نے یہ حکم دے رکھا ہے کہ "لوگوں سے صاف صاف بات کیا کرو پھر وہ کرے جس کے دل میں کھوٹ ہو" (قرآن حکیم) تو پھر یہ بزرگ ہستیاں جو دین کا عکس تھیں۔ کسی نااہل کو کس طرح اپنا امیر برداشت کر سکتی تھیں۔ اس بات سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جہاں دنیا کے بڑے بڑے مدبر اور ارباب حل وعقد اور اصحاب دانش جمع ہوں تو ان کی سرکردگی ان کی رہبری اور ان کی قیادت کرنے والا جو انسان ہوگا۔ وہ علم وفضل اور دانش وحکمت میں کسی طرح بھی ان سے کم نہیں ہو سکتا۔ اگر کم ہو تو ان تمام

لوگوں کی توہین ہے۔ اور پھر جب نمائندگی بھی روحانی، اخلاقی اور مذہبی فریضہ کی ادائیگی کے متعلق ہو تو اگر امام ہی نااہل قسم کا انسان ہو تو پھر ان تمام لوگوں کے ایمان کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اگر ایسے لوگ اپنا امیر وامام بدکردار کو بھی چن لیا کرتے تھے، تو پھر امام سے پہلے تو خود ایسے لوگوں کی عقل ودیانت اور ایمان کا ماتم کرنا چاہئے۔ اللہ اکبر یہ ان لوگوں کا ایمان ہے جو ان بزرگ ہستیوں کے احترام کو تو اپنے ایمان کا جزو سمجھتے ہیں لیکن خود ان کے ایمان کو اتنا کمزور خیال کرتے ہیں کہ وہ ایک بدکردار کو اپنا امام وامیر تسلیم کر لیتے تھے۔ خدا کی شان کہ دنیائے اسلام کے نیک اور بہادر انسان اور تمام دنیا سے محترم نیک اور مائیں جنہوں نے اپنی زندگیاں اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ یہ تمام کی تمام نیک ترین ہستیاں جب اپنے مالک حقیقی کے حضور میں حاضر ہوتی ہیں۔ تو ان کا امیر وامام یعنی اس مقدس وفد کا لیڈر اور ترجمان، نعوذ باللہ ایک فاجر وفاسق، اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول پاکؐ کے حکموں کا خاطر میں نہ لانے والا انسان ہو۔ خوب! مالک حقیقی کو خوش کرنے کا یہی ایک اصول باقی تھا۔ استغفر اللہ یہ ہیں مسلمانوں کے اس گروہ کے خیالات جو دنیا کی رہبری کا دم بھرتا ہے۔

جہاد اور اسلام

اہل ایمان حضرت اب امیر المومنین یزیدؓ کی شان میں وہ زریں اقوال ملاحظہ فرما دیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ وصحابہ کرامؓ وبزرگان دین کے علاوہ غیر مسلم اہل قلم ودانش حضرات نے بیان کئے ہیں۔ اور پھر ان کی روشنی میں سبائی پروپیگنڈے پر غور فرما دیں۔ اور انصاف سے فیصلہ کریں، اور دیکھیں کہ حقیقت کو کس طرح تقیہ کے غلافوں میں لپیٹ کر قوم کو صحابہ کرامؓ کے مسلک صحیح سے ہٹا کر عبداللہ بن سباء کے بچھائے ہوئے جال میں پھنسانے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔

قرآن حکیم اور مجاہدوں کی شان

وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝

(۱) ترجمہ:۔ اور جو کوئی لڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور وہ مارا جائے، یا غالب آئے تو اسے ہم بہت زیادہ اجر دیں گے (نساء آیت ۷۴)

فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ (۲) ترجمہ:۔ اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت بخشی ہے، اگرچہ سب سے اللہ نے بہتر وعدہ کیا ہے۔ لیکن اجر عظیم کے لحاظ سے خدا نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر فضیلت بخشی ہے (نساء آیت ۹۵)

(۳) اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ ترجمہ:۔ بیشک اللہ ان کو دوست رکھتا ہے۔ جو اسکے راہ میں صف باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں (صف آیت ۴)

(۴) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ۔ اے ایمان والو کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے۔ (یہ کہ) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ (تو پھر کیا ہوگا) اللہ تمہارے گناہ بخش دیگا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا، جس میں نہریں بہہ رہی ہونگی۔ اور (تم رہو گے) پاکیزہ مکانات میں ہمیشہ رہنے والے باغوں میں، یہ بہت بڑی کامیابی ہے (صف آیت ۱۰ تا ۱۲)

(۵) لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ترجمہ:۔ لیکن رسول اور جو لوگ اسکے ساتھ ایمان لائے ہیں (اور) وہ اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں اور انہیں کے لئے ہیں بھلائیاں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں (سورہ توبہ آیت ۸۸)

مجاہد کے متعلق سرکار دو عالم صلعم کے ارشادات

(۱) سیدنا ابو سعید خدری رضی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگوں میں سب سے افضل کون ہیں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ مسلمان جو اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے (بخاری شریف پارہ ۱۱ کتاب الجہاد)

(۲) سیدنا ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اسکی مثال مثل اس شخص کے ہے جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات بھر نماز پڑھتا ہو۔ (اور اللہ نے اپنی راہ میں جہاد کرنے والے کے لئے اس بات کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اسے جنت

میں داخل کریگا۔ (بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

(۳) سیدنا ابو عبسؓ جن کا نام عبدالرحمن بن جبیر ہے۔ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے دونوں پیر خدا کی راہ جہاد میں غبار آلود ہو جائیں اس کو آگ مس نہ کریگی۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

(۴) سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضامن ہوا اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جو نکلا راہ اس کی میں (یعنی جہاد میں) نہیں نکالا اسکو مگر میرے ساتھ ایمان لانے نے اور رسولوں کی تصدیق نے یہ کہ اللہ واپس کریگا اسکو ثواب اور غنیمت سے، اور داخل کریگا اسکو جنت میں (مشکوٰۃ)

برادران ملت! یہ ہیں جہاد کرنے والوں کے لئے رب العزت اور اس کے حبیب پاک کے ارشادات عالیہ، اہل علم جانتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؓ نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور جاں بازی کے ایسے ایسے مظاہرے کیے کہ دشمنوں کو لیسا اوقات قلعہ بند ہونا پڑا جسکا ذکر آئندہ صفحات میں مفصل آئے گا۔ ان باتوں کو یعنی امیر یزیدؓ کے جہادوں میں کارہائے نمایاں دکھانے کو دنیا کی کوئی طاقت جھٹلا نہیں سکتی۔

اب خدا مالک نے امیر یزیدؓ اور باقی جہاد کرنے والوں کے ساتھ تو یہ وعدے فرمائے ہیں۔ کہ تم جیسے جہاد کرنے والوں کو میری طرف سے اجر عظیم۔ بزرگی، ثواب، درجات بخشش اور مہربانی سے جنت عنایت ہوگی۔ اور جو گناہ تم سے سرزد ہوئے ہوں گے وہ جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے معاف کر دوں گا۔ اور اللہ مالک کی بات بدلی بھی نہیں جا سکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ کا بہت ہی سچا ہے، اور وہ اپنے وعدہ سے بھی زیادہ عطا بخشش کرنے والا ہے، وہ ایک کے بدلے سات سو گنا بلکہ اس سے

بھی زیادہ دینے والا ہے۔ یہ سب کچھ قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اب وہ لوگ جو امیر یزیدؓ کو برا کہتے ہیں۔ ان قرآنی آیات اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے ایک ایک لفظ کو اپنی آنکھوں سے تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں، اور غور فرمائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ بھی آپ کی طرح متعصب ہے۔ (معاذ اللہ) جو امیر یزیدؓ سے بخل سے کام لے گا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں جو بھی جہاد کرتا ہے اس کے ساتھ نیک وعدے کئے ہیں۔ تو پھر ہم اور آپ اللہ تعالےٰ کے امور میں دخل دینے والے کون ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ذریعہ سے آگاہ کر دیا ہے کہ میرے یہ حکم اور وعدے امیر یزیدؓ کے لئے نہیں۔ اور میں نے ان آیات میں فلاں فلاں انسانوں کو مخاطب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے کہ بدگمانی سے بچو، یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان کی آبرو پر حملہ کرنے والے پر خدا کی لعنت اسکے فرشتوں کی لعنت اور تمام انسانوں کی لعنت۔ ایسے شخص کی کوئی فرضی اور نفلی عبادت قبول نہیں کی جائیگی (یہ روایت سیدنا علیؓ نے بیان فرمائی ہے۔ بخاری فضائل مدینہ پارہ ۷) یہ حدیث دوسری جگہ درج ہو چکی ہے۔

برادران ملت! خدارا غور فرمائیں بعض لوگ سبائیوں کے بہکانے میں آکر اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ امیر مسلمان تھے۔ آنحضور صلعم کے نزدیکی رشتہ دار تھے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے آپ سے خلافت کی بیعت کی تھی لہٰذا صحابہؓ کے امیر کی شان میں گستاخیاں کر کے کیوں اس حدیث کی زد میں آتے ہو۔ اور اپنا ہی نقصان کرتے ہو، یہ کہاں کی عقل مندی ہے دوسروں کو برا

کہنے کی تو کوئی بھی مذہب اجازت نہیں دیتا سوائے سبائیوں کے۔

امیر المومنین سیدنا یزیدؓ مجاہد اور پیدائشی جنتی ہیں

حدیث مغفور:۔ سیدنا انس بن مالکؓ اپنی خالہ ام حرامؓ بنت ملحان سے روایت کرتے ہیں، کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سو رہے تھے آپؐ مسکراتے ہوئے بیدار ہوتے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیوں مسکراتے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا، پہلا لشکر میری امت سے جو بحری جہاد کریگا۔ اس کے لئے جنت واجب ہو گی، ام حرامؓ نے کہا میں ان سے ہوں یارسول اللہ صلعم تو فرمایا ہاں تو بھی ان سے ہے۔ اور پھر آپؐ دوبارہ سو گئے۔ پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے تو پھر ام حرامؓ نے عرض کی کیا بات ہے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آنحضور صلعم نے فرمایا کہ پہلی فوج میری امت کی جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر حملہ کریگی ان کے لئے مغفرت ہے۔ میں نے عرض کی میں ان میں سے ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرمایا نہیں تو ان میں سے نہیں۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۱ باب الجہاد)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والا تمام لشکر جنتی ہے۔ جس نے جان کی بازی لگا کر اللہ تعالیٰ کے نام کو بلند کرنیکی جدوجہد کی۔ اور اس فوج کے سب سے بڑے بزرگ ابو ایوب انصاریؓ سے لیکر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، سیدنا عبداللہ بن جعفرؓ سیدنا حسینؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے علاوہ فوج کے گھوڑوں کے سائیس بھی

اسی طرح جنتی ہیں، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کی بیوی جنتی ہے، اس حدیث کی رو سے بعد میں آنے والے بڑے سے بڑے عالم دین اور بڑے سے بڑے عبادت گذار سخی الحاج۔ اور بڑے سے بڑے پرہیز گاروں کے متعلق تو وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس پاک فوج کے سب سے بڑے بزرگ سیدنا ایوب انصاریؓ سے لے کر عام سپاہی تک سب کے سب جنتی ہیں، اس لئے کہ یہ مغفور اس پاک زبان سے نکلا ہوا ہے جس زبان مبارک سے قرآن کریم کا ایک ایک لفظ نکلا ہوا ہے۔ جس طرح قرآن کریم کے ایک لفظ کو جھٹلانے والا کافر ہے، اسی طرح آنحضور صلعم کی زبان مبارک یعنی پاک زبان سے پاک مغفور کو جھٹلانے والا بھی کافر ہے، کیوں کہ آنحضور صلعم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے الفاظ پہلے ہی لوح محفوظ پر نقش ہوتے ہیں اور مالک حقیقی کا ارشاد گرامی ہے کہ میرا نبی اپنی مرضی سے نہیں بولتا یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت آنحضور صلعم کی زبان مبارک سے ادا کرائی جاتی تھی۔ اس ارشاد خداوندی سے ثابت ہوا کہ مسلمان اس وقت تک مسلمان کہلا ہی نہیں سکتا جب تک کہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں میں آنحضور صلعم کو اپنا رہنما تسلیم نہ کرے۔ جس طرح قرآن حکیم کے ہر حکم پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح آپؐ کے ہر ارشاد گرامی پر ایمان لانا بھی لازمی اور ضروری ہے کیوں کہ نبی اللہ جو بھی خبر دیتا ہے وہ نبی کی صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے، اگر خبر غلط ہو تو خبر لانے والے کی تکذیب بھی لازمی ہے۔ اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت مغفور کے مطابق امیر المومنین یزیدؓ پیدائشی جنتی ہیں۔ یہ

وہ مغفور ہے جس کا اعلان کرتے وقت آپؐ نہایت ہی خوشی کا اظہار فرما رہے تھے۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم امیر المومنین یزیدؓ کے بہادرانہ حملوں اور اپنے میزبان سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی قبر کے متعلق قیصر روم کو (بقول خود شیعہ مورخ للکارنا)

"اگر تم نے ہمارے رسول پاکؐ کے صحابیؓ کی قبر کو توڑا پھوڑا تو یاد رکھو میں سرزمین عرب میں نہ کوئی گرجہ کھڑا رہنے دوں گا اور نہ کسی عیسائی کو زندہ چھوڑوں گا۔ (ص۲۶ جلد۲ کتاب دوم ناسخ التواریخ) یہ سب کچھ دیکھ کر اور سکرا مکرا کر یعنی نہایت ہی خوش ہو ہو کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ میرے لائے ہوئے اسلام کو بلند کرنے والا یہ لشکر جنتی ہے۔ لہٰذا جب اللہ تعالیٰ کی عدالت سے امیر کے جنتی ہونے کا اعلان ہو چکا، پھر اس پر حاشیہ آرائی کرنے والے تو لائق عتاب ہو سکتے ہیں مگر اس پاک فوج کے پاک کمانڈر امیر یزیدؓ ضرور داخل جنت ہوں گے۔ رہا یہ کہ جو لوگ سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر امیر المومنین یزیدؓ کو اس بشارت سے خارج کرتے ہیں۔ دراصل ایسے لوگ غلط نظریئے کا شکار ہو چکے ہیں، اگر عقل سلیم سے کام لے کر اس حدیث پاک پر غور کیا جائے تو حقیقت روز روشن کی طرح واضح طور پر نظر آجاتی ہے۔ یہ کہ جو پاک ہستیؐ بشارت سناتے وقت یہ تو بتا سکتی ہے۔ اے ام حرامؓ تم اس بشارت میں نہیں ہو۔ اس پاک ہستی نے اس پاک فوج کے اس کمانڈر کو نہ دیکھا ہو گا جو اس پاک فوج کی قیادت کر رہا تھا۔ جب کہ بغیر امیر کے فوج نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے، گویا فوج کا سر یعنی امیر فوج تو آنحضور صلعم کو نظر نہ آیا تا کہ بقول سبائیوں کے اس فاسق کے متعلق بھی فرما سکتے کہ یہ

بھی فلاں وجہ سے اس بشارت سے خارج ہے۔ جب خالق کائنات اپنے حبیبؐ کو یہ تو دکھا سکتا ہے کہ ایک عورت ام حرامؓ اس پاک فوج میں نہیں ہے۔ تو پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ فوج کا امیر جس کے بغیر فوج افواج کہلا ہی نہیں سکتی نہ دکھا رہا ہو۔ اللہ پاک کی پاک مشیت اور پاک زبانؐ، پاک بشارت کے مطابق پاک فوج لیکن اس پاک فوج کی قیادت کرنے والا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ کے پاس نیک اور صالح انسان نہ رہا تھا۔ جو اللہ تعالیٰ نے بقول سبائیوں کے ایک فاجر و فاسق کو اس پاک فوج کا کمانڈر بنا دیا تھا۔ دراصل یہ لوگ امیر المومنین یزیدؓ کو اس حدیث مغفور سے خارج نہیں کر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم، حکم اور انتخاب کو جھٹلا کر اپنے اعمال نامے سیاہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ لوگ چاہیں تو ذیل کے واقعہ سے سبق حاصل کر کے تائب ہو سکتے ہیں۔ لیکن قانون قدرت یہ ہے کہ ہدایت اور نصیحت صاحب عقل ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ (قرآن حکیم)

بدری اور قسطنطنیہ کے مغفور

بخاری کتاب المغازی میں روایت ہے کہ بدری صحابیؓ سیدنا حاطب بن بلتعہؓ کی لغزش کے باوجود بھی حضور صلعم نے فرمایا تھا۔ اے عمرؓ کیا جانے یہ بدری ہے اب یہ جو کچھ بھی کرے اسکو معاف ہے کیوں کہ اس کو مغفور کہہ دیا گیا ہے۔ امیر یزیدؓ کو جو لوگ حدیث مغفرت سے خارج کرتے ہیں کیا بتا سکتے ہیں کہ بدری صحابہ رضؓ کی مغفرت کی بشارت کس پاک زبان سے عطا ہوئی تھی۔ اور قسطنطنیہ کے لئے پہلی فوج کی مغفرت کے

الفاظ کس پاک زبان سے نکلے تھے۔ اگر جواب یہ ہے کہ دونوں جگہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نبی پاکؐ کی زبان اقدس سے جنت کی نوید جانفزا سنائی گئی تھی (اس زبان مبارک سے جو مالکِ حقیقی کے حکم کے بغیر نہیں بولتی) نہ تو بدر میں اللہ تعالیٰ نے بدریوں کو یہ پیغام سنایا تھا۔ کہ تم جنتی ہو اور نہ ہی قسطنطنیہ کی فوج کو آنحضور صلعم کے سفر آخرت کے بعد آپؐ کے کسی جانشین نے فرمایا تھا کہ یہ فوج مغفور ہے۔ لہٰذا جب یہ دونوں بشارتیں مغفور اللہ تعالیٰ کی مرضی سے بیان کی گئیں تھیں پھر یاد رکھیں کہ جو لوگ اپنی ناقص عقل اور زبان کی ریتی سے اس حدیث مغفور کو رگڑ رگڑ کر اپنی مرضی کے مطابق بنانا چاہتے ہیں۔ وہ سخت غلطی پر ہیں۔

متعدد علماء سیدنا امیر معاویہؓ اور امیر المومنین یزیدؒ کی فضیلت کے قائل ہیں

علامہ قسطلانی نے لکھا ہے، کہ سب سے پہلے جس آدمی نے مدینہ قیصر پر حملہ کیا تھا، وہ یزیدؒ بن معاویہؓ تھے اور ان کے ساتھ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کی جماعت بھی تھی۔ مثلاً ابن عباسؓ ابن عمرؓ ابن زبیرؓ حضرت ابوایوب انصاری اور حضرت حسینؓ وغیرہ تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ تو ۵۲ھ میں وہیں فوت ہوئے تھے۔ (حاشیہ صحیح بخاری پارہ ۱۱ قتال الروم) محدث المہلب نے کہا ہے کہ یہ حدیث امیر معاویہؓ کی فضیلت میں ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے انہوں نے ہی بحری جہاد کیا تھا۔ اور ان کے بیٹے کی فضیلت میں ہے کہ انہوں نے ہی سب سے پہلے مدینہ قیصرہ پر جہاد کیا تھا۔ (حاشیہ بخاری شریف) حضرت امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ جب یزیدؒ نے اپنے باپ معاویہؓ کے زمانہ میں قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو اس کی فوج میں حضرت ابوایوب

انصاریؓ جیسے جلیل القدر صحابہؓ بھی شریک تھے۔ یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی فوج تھی جس سے قسطنطنیہ پر حملہ کیا۔ اور صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک نے فرمایا سب سے پہلی جو فوج میری امت کی قسطنطنیہ پر حملہ کرے گی اس کی مغفرت ہے۔ (صہ۲۶ حسن و یزید ابن تیمیہ طبع کلکتہ اور منہاج السنۃ ابن تیمیہ جلد ۲ صـ ۲۴۵) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ کہ امام حسینؓ ہر سال امیر معاویہؓ کے پاس جاتے تھے وہ ان کو عطیئے دیتے اکرام کرتے۔ حسینؓ اس فوج میں شامل تھے جسنے امیر معاویہؓ کے بیٹے یزیدؓ کی معیت میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا (البدایہ والنہایہ صـ۱۵۱ جلد ۸ دوسری جگہ ابن کثیر اسطرح لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ یزیدؓ بن معاویہؓ کے لشکر میں شامل تھے۔ جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا۔ آپ نے معاملات کی وصیت بھی یزیدؓ ہی کو کی تھی۔ اور یزیدؓ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ (صـ۱۵۸ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

عربوں نے امیر المومنین یزیدؒ کو بہادر ترین عرب کا خطاب دیا۔

مشہور غیر جانبدار اور اسلامی تاریخ کا ماہر مورخ پروفیسر فلپ کے ہتی۔ طبری اور ابن سعد وغیرہ کے حوالوں سے لکھتے ہیں کہ امیر یزیدؓ ایک بہادر ترین اور عالی حوصلہ انسان تھے جنہوں نے قسطنطنیہ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا کر عربوں کے دل جیت لئے تھے اور عربوں نے خوش ہو کر آپ کو فتی العرب کے خطاب سے نوازا تھا اور اسلام میں آپ پہلے شخص ہیں جن کو مسلمانوں نے بہادر ترین عرب کا خطاب دیا تھا لکھتے ہیں کہ مجموعی طور پر چار مہمات نمایاں ہیں، جو قسطنطنیہ تک پہنچی۔ پہلے تین امویوں کے دور حکومت میں۔ حضرت معاویہ رضؓ اور سلیمان نے بھیجیں۔ ان چار

میں دو نے حقیقی معنوں میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ ایک امیر یزید رضؓ کی سرکردگی ۴۹ھ میں اور دوسرا مسلمہ کی سرکردگی ۹۸ھ میں ص۲۹۹ دوسری جگہ مقی صاحب اس طرح لکھتے ہیں۔ روائت ہے کہ اس معرکہ قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے یزید رضؓ نے اپنی بہادری اور عالی حوصلگی کے وہ جوہر دکھائے جس کی وجہ سے اسے "فتی العرب" کا خطاب دیا گیا۔ ص۲۰۱ پر آگے چلکر مزید لکھتے ہیں۔ یزید بن حضرت معاویہ رضؓ اسلام میں پہلے شخص تھے جنہوں نے "فتی العرب" یعنی بہادر ترین عرب کا خطاب جیتا۔ (ص۴۸۱ تاریخ عرب انگریزی طبع لنڈن) مشہور شیعہ مورخ طبری نے بھی امیر المومنین یزید رضؓ کے جہاد قسطنطنیہ کا اقرار کیا ہے۔ لکھتا ہے حضرت ابوایوب انصاری کی وفات اسی سال ہوئی جس سال یزید بن معاویہ رضؓ اپنے والد کے زمانہ خلافت میں قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

(ص ۱۶ جلد ۱۳ طبری طبع مصر)

عرب مورخ امیر المؤمنین یزید رضؓ کے جہاد کے متعلق رطب اللسان ہیں

صاحب عقد العزیز لکھتے ہیں، کہ جب یزید رضؓ نے حضرت ابوایوب انصاری رحؒ کی وصیت کے مطابق آپ کی میت کو قسطنطنیہ کے قلعہ کے پاس دفن کیا تو قیصر روم نے امیر یزید رضؓ کی طرف پیغام بھیجا کہ تم کیا کر رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں۔" امیر یزید رضؓ نے جواب دیا کہ یہ ہمارے نبی صلعم کے صحابی رضؓ کا جنازہ ہے اور انہوں نے خواہش کی تھی کہ مجھے اس ملک کے اندر لے جا کر دفن کرنا، ہم ان کی وصیت کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اگر تم نے مزاحمت کی تو پھر بھی ہم ان کو ضرور دفن کریں گے خواہ ہم کو اپنی جانیں بھی کیوں نہ دینی پڑیں۔" (ص۱۳۳ جلد ۳ عقد العزیز طبع مصر)

یہ بھی روایت ہے کہ امیر المومنین یزید رضؓ کی یہ بات سنکر قیصر روم کے منہ سے یہ خباثت آمیز الفاظ نکلے کہ تم لوگ جب یہاں سے واپس جاؤ گے تو ہم لاش کو نکال کر کتوں کے آگے ڈال دیں گے۔ میزبان رسول مقبول صلعم اور جلیل القدر صحابی رضؓ رسول پاک صلعم کی نعش کی بے حرمتی کے متعلق امیر المومنین یزید رضؓ کی دینی و ملی حمیت کو قیصر کے یہ خباثت آمیز الفاظ سننے اور برداشت کرنیکی کہاں تاب تھی بجلی کی طرح رومیوں کے لشکر کی طرف بڑھے، اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کی گونج سے ایسا شدید حملہ کیا کہ رومیوں کو قلعہ بند ہونا پڑا۔ آغانی جیسا شیعہ مولف بھی مانتا ہے کہ امیر یزید رضؓ صاحب ضرب اور بہادر تھے۔

لکھتا ہے | پھر یزید رضؓ نے فوج کو اِدھر اُدھر پھیر کر رومیوں پر حملہ کیا، یہاں تک کہ رومیوں کو شکست دیکر شہر کے اندر محصور کر دیا۔ اور قسطنطنیہ کے قلعہ کے دروازے کو لوہے کے گرز سے جوان کے ہاتھ میں تھی ضربیں لگائیں ان کی وجہ سے دروازہ جگہ جگہ سے پھٹ گیا۔ (جلد ۱۶ ص۳۳ آغانی)

قسطنطنیہ کے دروازے پر امیر المومنین یزید رضؓ کے حملہ کی تائید حافظ ابن کثیر کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں اور ان غازیوں نے جنہوں نے امیر معاویہ رضؓ کے زمانہ خلافت میں جہاد کئے تھے۔ ان میں ان کے فرزند یزید رضؓ بھی تھے جن کے ساتھ صحابہ کرام رضؓ کی جماعت بھی تھی جو خلیج پار کر کے قسطنطنیہ پہنچے، اور وہاں کے شہریوں سے جنگ کی۔" (ص۱۳۲ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

امیر یزید رضؓ کی شاہ قسطنطنیہ کو زبردست ڈانٹ | رومیوں کا شکست کھا کر قلعہ بند ہو جانے

کے بعد امیر المومنین یزیدؓ نے قیصر روم کو للکارا اور جو کچھ رومیوں کو کہا وہ صاحب عقد الفرید سے سنیں "اگر مجھ کو یہ خبر ملی کہ اس قبر (یعنی سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی قبر) کو توڑا پھوڑا یا شابہ کیا گیا ہے۔ تو یاد رکھو میں ایک نصرانی کو بھی جو سرزمین عرب میں موجود ہوگا، زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور نہ ہی کسی گرجہ گھر کو منہدم کیے بغیر چھوڑونگا (صفحہ ۱۳۳ جلد ۳ عقد الفرید) اور (صفحہ ۴۶ جلد ۶ کتاب دوم ناسخ التواریخ و صفحہ ۱۱۶ محرم نامہ)

قیصر روم پر امیر المومنین یزیدؓ کے اس بے باکانہ حملے اور تہدید آمیز کلمات سے کچھ ایسا رعب اور خوف طاری ہوا کہ قیصر نے حضرت مسیح علیہ السلام کی قسم کھا کر یقین دلایا کہ قبر کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی بلکہ اس کی حفاظت کی جائیگی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ بعد میں قبر پر قبہ بھی بنوا دیا گیا۔ الحمد للہ کہ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ کی قبر اب تک جوں کی توں موجود ہے۔

مورخ المسعودی اور جہاد قسطنطنیہ

کتاب التبینہ والاشراف میں لکھا ہے اور اسلامی دور میں اسی ساحل مجر سے چل کر تین امیران جیوش اسلامی نے جن کے آبا ر بادشاہ اور خلفا رہے۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا۔ ان میں سب سے اول یزیدؓ بن معاویہؓ بن ابوسفیانؓ تھے دوم) مسلمہ بن عبدالملک اور تیسرے ہارون الرشید مہدی تھے "۔ (صفحہ ۱۴۱ کتاب التبینہ والاشراف)

ابن خلدون جہاد قسطنطنیہ کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ

چنانچہ یزیدؓ کو ایک جماعت کثیرہ کے

ساتھ جس میں ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ۔ ابو ایوب انصاریؓ (جیسے جلیل القدر) لوگ بھی تھے روانہ کیا، ان لوگوں نے میدان جنگ میں پہنچ کر نہایت تیزی اور سختی سے لڑائی شروع کی، بڑے دیدہ دلیر ہو کر لڑے۔ قسطنطنیہ تک پہنچے رومیوں نے شہر کی دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ انہی معرکوں میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ شہید ہوئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کے نیچے دفن کر دیئے گئے۔ یزیدؓ اور شامی فوجیں شام کو لوٹ آئیں۔ (کتاب ثانی جلد ۵ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۴) (ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۴۶)

مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی جہاد امیر المومنین یزیدؓ کے معترف ہیں

متحدہ ہندوستان کے عالم دین محمد قاسم صاحب نانوتوی مدرس اعلیٰ دار العلوم دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزیدؓ جہاد قسطنطنیہ میں امیر کی حیثیت سے شامل تھے اور حدیث مغفرت میں بھی شامل ہیں۔

لکھتے ہیں چنانچہ ام ملحانؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دو مرتبہ سونا اور جاگنا اور ہر بار ہنسنا مشہور بات ہے۔ آپؐ نے ہنسنے کی وجہ بیان فرمائی کہ میں نے اپنی امت کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ دریا میں جہاد کر رہی ہے۔ جن کے متعلق کہا گیا ہے۔ ملوک علی الاسرۃ او مثل ملوک علی الاسرۃ۔ اس دوسرے خواب کا مصداق یزیدؓ اور اس کے ساتھی ہی نکلے جیسا کہ تاریخ اور احادیث کا مطالعہ رکھنے والے اس سے بے علم نہیں"

(تحقیق امیق محمد قاسم نانوتوی بحوالہ حسین و یزید۔ یوسف لدھیانوی)

مولانا بشیر احمد صاحب خطیب جامع پسرور سیالکوٹ اپنی کتاب سوانح حیات سیدنا حسینؓ میں لکھتے ہیں کہ۔ سیدنا حسنؓ کی شہادت کے بعد سیدنا حسینؓ سیدنا امیر معاویہؓ کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ۴۶ھ یا ۵۱ھ میں مسلمانوں نے یزیدؓ بن معاویہؓ کی زیر کمان لشکر کشی کی۔ یزیدؓ تابڑ توڑ حملے کرتا قسطنطنیہ تک جا پہنچا۔ اس لشکر میں عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابو ایوب انصاریؓ، اور حضرت حسینؓ[1] جیسے جلیل القدر صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے۔ (ص ۲۸ سوانح حیات سیدنا حسینؓ)

شیعہ مورخ بھی امیر المومنین یزیدؓ کے جہاد قسطنطنیہ میں مرد میدان کا معترف ہے۔

صاحب ناسخ التواریخ زیر عنوان فتح قسطنطنیہ وفات سیدنا ابو ایوب انصاریؓ اس طرح لکھتا ہے۔ اس سال امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کو قسطنطنیہ کی فتح پر مقرر کیا اور اس جنگ کے لئے جتنا لشکر درکار تھا دیکر روانہ کیا۔ ابو ایوب انصاری کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا وہیں دفن کیا گیا تھا۔ لشکر اسلام عیسائیوں کے ساتھ مقاتلہ کر کے جب واپس ہونے لگا۔ تو یزیدؓ نے بآواز بلند انصاری باشندگانِ قسطنطنیہ کو خطاب کر کے کہا۔
اے قسطنطنیہ والو! یہ شخص ہمارے نبی صلعم کے اصحاب کبار سے ہے ہم نے ان کو یہاں دفن کیا ہے۔ جہاں کہ تم جانتے ہو۔ قسم ہے خدا کی اگر تم نے اس قبر سے کچھ تعرض کیا تو ملک اسلام میں جسقدر تمہارے گرجے ہیں ان کو میں گرا دوں گا۔ اور عربوں کی سلطنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ناقوس نہیں بجے گا۔" ص ۴۶ جلد ۶ کتاب ناسخ التواریخ طبع ایران)

[1] حضرت حسینؓ تو حضور صلعم کے سفر عقبیٰ کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے انکو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔

سیدنا عمر فاروقؓ کی چادر کے متعلق دانشگان اعتراض کر دینے والی قوم امیر المومنین یزیدؓ کے متعلق بھی زبان کھول سکتی تھی۔

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خطبہ لوگ سننے کو تیار نہ ہوئے جب تک کہ آپ کے کرتے کے متعلق صحیح معلومات نہ حاصل کر لیں۔ کتنی حساس مضبوط و مستحکم اور ایمان کی انتہائی منازل پر پہنچی قوم ہے۔ جو سیدنا عمر فاروقؓ کا بھی خطبہ عالیہ اس وقت تک سننے کو تیار نہیں ہوتی جب تک کہ ان کو یہ بتایا نہیں جاتا کہ میں نے اپنے مرتبہ و مقام سے غلط فائدہ نہیں اٹھایا اور نہ ہی دوسرے لوگوں کی حق تلفی کر کے میں نے یہ قمیص بنائی ہے۔ بلکہ جب تک سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد محترم کی صفائی پیش نہ کی۔ کہ والد محترم نے جو قمیص بنائی ہے وہ میرے حصے کا کپڑا ملا کر بنائی ہے۔ کیونکہ میں نے اپنا حصہ والد محترم کو دیدیا تھا۔ تب مطمئن ہو کر لوگ خطبہ سننے کو تیار ہوتے ہیں۔ ایسی حق پرست اور نڈر قوم کے سامنے امیر یزیدؓ بلا روک ٹوک خطبے دیتے ہیں۔ اور لوگ برغبت سنتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزیدؓ کے متعلق غلط پروپیگنڈا کیا ہوا ہے۔

امیر المومنین یزید رضی اللہ عنہ کو عوام میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی۔

حالات اس بزرگ کی فضائل دینی نہ صرف بلکہ شہادت دیتے ہیں۔ کہ لوگوں نے امیر المومنین یزیدؓ کے خطبات سنے اور اتنے متاثر ہوئے کہ حافظ ابن کثیرؒ کی تحریر کے مطابق کوئی کسی دوسرے کو امیر یزیدؓ پر [illegible] نہ دیتے تاکہ [illegible] جائے [illegible] لکھا جائے۔

اور کس طرح سمجھایا جاتا ہے کہ آج لوگ عبداللہ بن سبا کے بچھائے ہوئے جال میں الجھ کر صحابہ کرامؓ کے امیر کو خودسر اور خدا اور رسولؐ کو خاطر میں نہ لانے والا بنا کر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں، بلکہ اچھے بھلے اور لکھے پڑھے لوگ بھی ان سبائیوں اور ابن الوقت زمانہ ساز لوگوں کے بہکانے میں آ کر حقیقت سے چشم پوشی کر رہے ہیں جس شخص کو مشفق و محسن اور لائق تحسین باپ کی رحلت کا صدمہ ہو۔ اور طبیعت جذبات غم سے بے قرار ہو بے چین ہو تو ایسے حالات میں پھر بھی قوم سے خطاب کرے، بیان کرنے میں بھی حدود اسلام سے تجاوز نہ کرے۔ اور پھر دوسرے موقعہ پر جب تمام اسلامی دنیا کا سربراہ بنا دیا گیا ہو۔ دنیا کے نیک ترین اور بہتر بزرگ انسان اس کی امارت پر جمع ہوں تو اس خوشی اس عظیم موقعہ پر بھی جب قوم سے خطاب کرے تو بھی زبان حدود اللہ کی پابند ہو۔ لہٰذا ان صفات سے متصف شخص بھی غاصب گری اور زیادتی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

امیر المومنین یزیدؓ کے غم اور خوشی کے موقعہ پر دیئے گئے خطبات ان کے جواہر کی عکاسی کرتے ہیں

آئندہ صفحات میں آپ کے سامنے امیر المومنین یزیدؓ کے دو خطبات ایک غم کی حالت میں دیا ہوا اور دوسرا خوشی کی حالت میں یعنی خلافت کے زمانے میں دیا ہوا۔ پیش کئے جاتے ہیں۔ ان پر اہل بصیرت حضرات گہری نظر ڈال کر دیکھیں۔ کہ مومنوں کی صفات کی روشنی میں امیر المومنین یزیدؓ آپ کو کس مقام پر نظر آتے ہیں امید رکھتا ہوں کہ وہ لوگ جو نیکی و خلوص اور انصاف کو اپنا شعار زندگی

بنائے ہوئے ہیں وہ تو بے خوف و خطر پکار اٹھیں گے کہ ایسی تعلیم دینے والا اور ایسے طریق سے راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والا خدا اور رسول اکرم صلعم کا مطیع و فرمانبردار اور حکم کا بندہ تو ہو سکتا ہے۔ لیکن خودسر اور باغی کسی حالت میں بھی نہیں ہو سکتا۔

امیر المومنین یزیدؓ کا پہلا خطبہ

سب تعریف اللہ تعالیٰ کی ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ جس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے اور جسے بلند کرنا چاہتا ہے بلند کر دیتا ہے۔ بے شک امیر المومنین معاویہؓ بن ابوسفیانؓ اللہ تعالیٰ کی رسیوں میں سے ایک رسی تھے۔ جب تک چاہا کہ اسے دراز کرے۔ دراز کیا پھر جب اسے قطع کرنے کا ارادہ کیا قطع کر دیا۔ وہ اپنے پہلوں سے کم تر اور آئندہ آنے والوں سے بہتر تھے۔ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں ان کا تزکیہ نہیں کر رہا ہوں۔ وہ تو اپنے رب کے پاس چلے گئے۔ وہ اگر چاہے تو انہیں معاف کر دے تو یہ اس کی مہربانی اور رحمت ہے اور اگر سزا دے تو یہ گناہ کا بدلہ ہے۔ ان کے بعد میں اس امر خلافت کا والی بنایا گیا ہوں۔ میں جہل کا عذر نہیں کرتا اور طلب علم سے مایوس نہیں ہوں۔ آپ لوگ سمجھ کر رہیں اور یقین کریں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو مکروہ سمجھتا ہے اسے بدل دیتا ہے۔ اور جس کو محبوب رکھتا ہے اسے آسان کر دیتا ہے (ص ۳۷۸ جلد ۸ البدایہ والنہایہ) حافظ ابن کثیرؒ نے تقریر کا آخری فقرہ یہ لکھا ہے "اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ ہو جاتا ہے" حافظ ابن کثیر

یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ جب لوگ اس تقریر کو سن کر وہاں سے اٹھ کر گئے تو ایسے متاثر تھے کہ یزیدؓ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے۔ یعنی امیر المومنین ہونےکی حیثیت سے (ص۱۴۲ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

یہی خطبہ شہادت حسین رضؓ دائرۃ اصلاح لاہور اور پیر غلام دستگیر نامی مرحوم و مغفور کی کتاب حیات سیدنا حسین رضؓ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے "میں حمد و ثنا کرتا ہوں اس خدا کی جو فعالٌ لما یرید ہے۔ جسے چاہے دیتا ہے۔ اور جسے چاہے نہیں دیتا۔ اوج ثریا پر پہنچانے والا اور خاک ذلت پر بٹھانے والا وہی ہے۔ مسلمانو! سنو! معاویہؓ بن ابوسفیانؓ حبل اللہ خدا کی رسی تھے جب تک خدا کو منظور ہوا یہ رسی کھنچی رہی۔ جب اس نے چاہا اسے کاٹ دیا، اور وہ اپنے پہلے گذرنے والوں کے قریب تھے اور اپنے بعد آنے والوں سے اچھے تھے۔ میں ان کی پاکیزگی بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اب ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ان کے بعد حکومت کا بار گراں میرے سر پر رکھا گیا ہے۔ یہ حکومت میں نے اپنی خواہش سے نہیں لی۔ تم لوگوں نے دی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اس میں کوئی بات معلوم ہو گی تو اُسے اسے بدلنے کا اختیار ہے۔ اگر اس کا ارادہ اس کو قائم رکھنے کا ہو گا تو وہ اسکو اچھا اور آسان بنا دے گا؟" یہ خطبہ عقد الفرید میں سے نقل کر کے خواجہ حسن نظامی دہلوی یزیدؓ کو امیر معاویہؓ سے بہتر بتاتے ہیں۔ اور اسکے کریکٹر، چال چلن کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں "کہ اگر قتل حسینؓ کا گناہ یزیدؓ سے سرزد نہ ہوتا تو وہ اعلیٰ درجہ کا خدا پرست بادشاہ مانا جاتا، اور اسکی صداقت و راست بازی کے چرچے کتابوں میں لکھے جاتے (شہادت حسینؓ دائرہ اصلاح ص۱ اور حیات حضرت حسین رضؓ ص۱۴)

امیر المومنین یزیدؓ کا دوسرا خطبہ

امام شہاب الدینؒ نے اپنی مشہور کتاب عقد الفرید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ حجۃ الوداع کے ساتھ حضرات اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم اور امیر معاویہؓ کے خطبات درج کئے ہیں۔ اور امیر یزید کے خطبے بھی ان میں درج ہیں جو امیر یزیدؓ نے امیر المومنین کی حیثیت سے دیئے تھے۔ ان میں سے قارئین حضرات کی خدمت میں ایک خطبہ یہاں پیش کیا جاتا ہے

"رب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اسی کی میں حمد کرتا ہوں، اور اسی سے مدد مانگتا ہوں اسی پر ایمان لایا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اپنے نفس کی شرارت اور برے اعمال سے پناہ مانگتا ہوں، جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر کے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور تحقیق محمد الرسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اپنی وحی کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں منتخب فرمایا۔ اور اپنی رسالت، اپنی کتاب اور اپنے فضل کے لئے انہیں اختیار کیا۔ انہیں معزز اور مکرم کیا۔ ان کی مدد کی اور حفاظت کی۔ اس کتاب (قرآن) میں مثالیں بیان فرمائیں اور حلال و حرام کو واضح فرمایا اور دین کے شرائع بیان کئے عذر اقدار کئے۔ تاکہ لوگوں کو رسولوں کے بعد کوئی حجت نہ رہے۔ اور قوم عابدین تک یہ کتاب پہنچے۔ اے لوگو اللہ کے بندو! میں تمہیں خدائے بزرگ و برتر کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں جسنے اپنے علم سے امور کی ابتدا فرمائی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ میں تمہیں دنیا سے ڈراتا ہوں، دنیا دیکھنے میں سرسبز اور

مزے میں شیریں۔ خواہشوں میں مملو ہے۔ تھوڑے پر قناعت نہیں کرتی۔ فانی چیز دل سے انس رکھتی ہے۔ اسکے حوادث میں امن نہیں۔ دنیا موذی ڈائن ہے اور فریب دینے والی ہے۔ اسکو ایک حال پر قرار نہیں۔ دنیا سے رغبت کرنے والوں کے ساتھ دنیا باقی نہیں رہتی۔ اور نہ ہی ان سے راضی رہتی ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ آپ اے پیغمبرؐ ان لوگوں سے دنیاوی زندگی کی حالت بیان فرما دیجئے کہ وہ ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا پھر اسکے ذریعے سے زمین کی نباتات خوب گنجان ہوگئی ہو، پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اسکو ہوا اڑائے لئے پھرتی ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ہم اپنے رب سے التجا کرتے ہیں اپنے محبوب سے اپنے خالق سے زاری کرتے ہیں کہ اے ہمارے مولا ہمیں اس دن قیامت کے خوف سے امن عنایت فرما۔ اے لوگو! بہترین اور اعلیٰ نصیحت کی کتاب، کتاب اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو۔ تاکہ تم پر رحم کئے جائیں اس کے بعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے بعد سورۃ انفال نویں پارہ کی آیات تلاوت کیں اور ان کی تفسیر بیان کی، سامعین کو نصیحتیں فرمائیں (صہ ۳۰۷ جلد ۲ عقد الفرید طبع مصر)

امیر یزیدؓ کو صحابیٔ رسولؐ نے اپنا وصی بنایا

جب دمشق کو ۴۱ھ میں اسلام کا دار الخلافہ ہونے کا امتیاز حاصل ہوا تو امیر المومنین یزیدؓ کی عمر اس وقت تک تقریباً بیس سال تھی اس وقت عام صحابہ کرامؓ نے دمشق میں آکر سکونت اختیار کرلی تھی اور ان میں

اکثر سیدنا معاویہؓ کی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے اسلئے امیر یزیدؓ کو عموماً ان کی خدمت کا موقعہ ملتا رہتا تھا اور صحابہ کرامؓ سے آپ فیضیات ہوتے۔ جو اصحاب رسول پاکؐ دمشق میں مقیم ہو گئے تھے انکی تعلیم سے آپ نے پورا پورا استفادہ کیا اور کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ان صحابہ کرامؓ میں عبدالمطلب بن ربیعہ ہاشمی بھی تھے جو آنحضورؐ کے چچازاد بھائی تھے۔ اور صحابیؓ بن صحابیؓ تھے۔ یہ خلافت فاروقیہ ہی میں مدینہ سے دمشق چلے گئے تھے اور وہیں جاکر سکونت اختیار کرلی تھی۔ آپؓ امیر یزیدؓ کی صلاحیتوں کی بنا پر آپ سے انتہائی محبت کرتے تھے حتیٰ کہ اپنی وفات سے پہلے آپؓ نے امیر یزیدؓ کو اپنا وصی یعنی وارث بنایا، وصی اسکو بنایا جاتا ہے جس سے نہایت ہی محبت ہو اور اس پر لغایت اعتماد ہو مورخین نے لکھا ہے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشمؓ صحابی تھے مدینہ سے دمشق منتقل ہو گئے تھے وہاں ان کا مکان بھی تھا۔ جب وفات پانے لگے۔ تو امیر المومنین یزیدؓ بن معاویہؓ کو انہوں نے اپنا وصی وارث بنایا۔ وہ اس وقت امیر المومنین تھے اور انہوں نے اس وصیت کو قبول کیا (صہ ۶۴ جلد ۲ الاستیعاب و جمہرۃ الانساب) اور (صہ ۳۱۲ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

قارئین محترم! آپ خود ہی اندازہ لگائیں کہ جس شخص کو آنحضور صلعم کے چچازاد بھائی اور صحابیؓ اپنا وارث مقرر کرتے ہیں۔ اگر امیر یزیدؓ میں بقول سبائیوں کے کوئی بھی نقص ہوتا تو یہ بزرگ دین حق کے پرستار اور آنحضور صلعم کے چچازاد بھائی ایسا کر سکتے تھے۔ یہ تو دمشق میں مقیم تھے۔ اور ہر بات سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ آپ کا امیر یزیدؓ سے محبت کرنا اور اپنے سفر عقبیٰ پر امیر کو اپنا وارث مقرر کرنا۔ آخر کس بات کی دلیل ہے۔ آپ اندازہ لگائیں کہ انکی نگاہ میں امیر کی کس قدر قدر و منزلت ہوگی۔ خیال رہے کہ اس وقت امیر یزیدؓ امیر المومنین تھے

اللہ تعالیٰ کے گھر پر ہر سال قیمتی غلاف چڑھانے کا آغاز امیر المومنین یزید رضہ نے ہی کیا تھا

کمال احترام و عقیدت کے اظہار کے طور پر خلفائے اسلام میں جس شخص نے مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے خانہ کعبہ پر دیبائے خسروی کا غلاف چڑھانے کی مبارک رسم کی ابتدا کی وہ امیر المومنین یزید رضہ ہی تھے ان کے خلیفہ برحق ہونے میں کون سی کسر باقی ہے تاریخ میں لکھا ہے کہ "خانہ کعبہ پر سب سے پہلے جس خلیفہ نے دیبائے خسروی کا غلاف چڑھایا تھا وہ یزید بن معاویہ رضہ تھے (صد ۲۶۲ تاریخ الخلفاء سیوطی) اور (صد ۴۷، فتوح البلدان بلاذری)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضہ امیر المومنین یزید رضہ کے زبردست حامی تھے اور انہوں نے امیر رضہ کی بیعت کی

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضور صلعم کے چچا زاد بھائی اور صحابی بن صحابی رضہ ہیں آپ کو ترجمان القرآن! درجہ الدمت کے لقب سے اہل حق یاد کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور دعا کی۔ اے اللہ! اس کو اپنی کتاب کی سمجھ عنایت فرما (صحیح بخاری پارہ ۱۰ کتاب الاعتصام) سیدنا ابن عباس رضہ نے امیر یزید رضہ سے خلافت کی بیعت خوشی سے کی بغیر کسی حیل و حجت کے کی بلکہ بیعت سے پہلے آپ کے صدا اور پاکباز ہونے کا اقرار فرمایا۔ لوگوں کو شورہ دیا یعنی امیر کے حق میں تبلیغ کی۔ کہ لوگو آرام سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو اور یزید کی بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ آپ بیعت کر کے اس پر آخروت مستحکم رہے مورخ بلاذری نے آپ کی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔ یعنی المدائنی کی مند سے حضرت عامر

بن مسعود صحابی رضہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ رجب سنہ ۶۰ھ میں امیر معاویہ رضہ کی وفات کی خبر مکہ مکرمہ پہنچی تو ہم وفات کی خبر سن کر ابن عباس رضہ کے پاس گئے۔ اس وقت ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ہم نے ان سے کہا کہ اے ابن عباس رضہ! قاصد موت معاویہ رضہ کی خبر لایا ہے۔ یہ سن کر آپ دیر تک خاموش رہے پھر آپ نے دعا مانگی۔ کہ اے اللہ! معاویہ پر اپنی رحمت بھیجیو۔ واللہ وہ ان لوگوں کی مثل تو نہ تھے جو ان سے پہلے گذر گئے ہیں لیکن ان کے بعد ان کی مثل آنے والا کوئی نہیں ہے اور ان کے فرزند یزید رضہ اپنے خاندان کے نیکو کاروں میں سے ہیں۔ تم لوگ اپنی اپنی پر بیٹھے رہو اور اطاعت و بیعت کرنا۔ حضرت عامر نے کہا کہ اسی طرح ہم ان کے پاس تھے کہ خالد ابن العاص کا جو اس وقت مکہ کے عامل تھے قاصد آیا اور ان کو بیعت کے لیے جلایا ابن عباس رضہ گئے اور بیعت کی (صد ۴ جلد ۴ قسم ثانی کتاب انساب الاشراف)

شیعہ مولف الامامۃ والسیاستہ نے بھی اس کی تائید کی ہے،

مولف ہذا نے تبفر الفاظ اس طرح بیان کیا ہے۔ عقبہ بن مسعود نے روایت کی ہے کہ امیر معاویہ رضہ کی وفات کی خبر ابن عباس کو جا کر سنائی گئی تو وہ اس وقت کھانا تناول کرنے کے لیے چند مہمانوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ خبر سنتے ہی آپ نے دستر خوان اٹھوا دیا اور پھر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا واللہ! وہ (معاویہ رضہ) ان جیسے تو نہ تھے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ مگر ان کے بعد یقیناً ان جیسا کوئی آنے والا نہیں۔ یا اللہ معاویہ رضہ پر اپنی رحمت وسیع کیجیے۔ ہم میں اور ہمارے چچا کے بیٹوں (یعنی بنی امیہ میں) وہ ذی مرتبہ اور دانشور تھے ان میں اور ہم میں کچھ جھگڑا اور اختلاف

بھی رہا۔ ان کے صاحب عثمانؓ کو ہمارے کسی غیر نے قتل کیا اور ہمارے صاحب علیؓ کو ان کے کسی غیر نے، اگرچہ ہماری اور ان کی چپقلش تھی۔ مگر ہم جیسا وہ نہیں پائیں گے۔ اور نہ ان جیسا ہم کوئی پائیں گے۔ اور واللہ ان کا فرزند یزیدؓ یقیناً اپنے خاندان میں نیک اور اچھا فرزند ہے۔ ہاں اے لڑکے کھانا لاؤ۔ جب کھانا کھا چکے اور دستر خوان اٹھا دیا گیا۔ خالد ابن الحکم، حاکم مکہ کا قاصد حضرت ابن عباس رضؓ کے پاس آیا کہ چلئے۔ آپ گئے اور بیعت کی (الامامتہ والسیاستہ صفحہ ۲۱۳ طبع دہلی)

سیدنا عبداللہ بن عمر فاروقؓ سیدنا علیؓ کی بیعت سے انکار اور امیر المومنین یزیدؓ کی بیعت کر لیتے ہیں

سیدنا عبداللہ بن عمر رضؓ صحابی بن صحابی رضؓ ہیں۔ ام المومنین سیدہ حفصہ رضؓ کے بھائی ہیں۔ اس لحاظ سے تمام مومنوں کے ماموں بخاری میں آپؓ ہی سے روایت ہے کہ سید حفصہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آنحضور صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نیک شخص ہے۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۴ مناقب ابن عمر رضؓ) سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ علیہ کے نزدیک اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ کی اس قدر عزت و منزلت تھی جس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ آپؓ یعنی سیدنا عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ جسقدر آل و اولاد اور مال میرے پاس ہے میں سب پرانا اللہ پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن عبداللہ کے لئے چاہتا ہوں کہ میرے بعد بھی اللہ اس کو زندہ رکھے (سیرت سیدنا عمر رضؓ) بحوالہ تجلی دیوبند)

اللہ اکبر! محمد کریم صلعم کے بہترین مشیر اور آنحضور صلعم اور صدیق اکبرؓ کے بعد تمام مسلمانوں میں اول درجہ کے مومن انسان اور دین حق کے صحیح علمبردار جن کے مبارک وجود سے

اسلام نے قوت حاصل کی وہ پاکباز ہستی سیدنا عبداللہ بن عمر کے لئے فرما رہے ہیں) کہ میرے بعد عبداللہ زندہ رہیں۔ کیوں؟ اسلئے کہ خدا کے دین کی خدمت کریں۔ اور اسلام کے ماننے والے جناب کی ذات بابرکات سے فیض حاصل کریں۔ وہ ذات شریف سیدنا عبداللہ بن عمر رضؓ سیدنا علی رضؓ کی بیعت تو نہیں کرتے لیکن بغیر کسی حیل وحجت کے امیر یزید رضؓ کی بیعت کر لیتے ہیں۔ ابن زبیر رضؓ کی بیعت سے انکار کر کے مختار ثقفی کی سختیاں تو برداشت کرتے ہیں لیکن امیر المومنین یزید رضؓ کی بیعت خوشی سے کرتے ہیں اور اسی پر آخر دم تک مستحکم رہتے ہیں۔ اہل بصیرت کو اس بات پر غور و فکر کرنا چاہئے۔ کہ ایسا کیوں تھا۔ سیدنا عبداللہ کے اس طرز عمل سے بخوبی اور صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ امیر المومنین یزید ایک پائے کے مسلمان تھے۔ جن کے خلاف آپ کسی قسم کا قدم اٹھانا گناہ سمجھتے تھے سیدنا عبداللہ بن عمر رضؓ کے نزدیک امیر یزید رضؓ کی عظمت کا صحیح اندازہ بخاری کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے اور یہ واقعہ حادثہ کربلا کے تین سال بعد کا ہے۔ اگر امیر یزید رضؓ میں کسی قسم کا کوئی بھی نقص ہوتا تو سیدنا عبداللہ رضؓ کی شان کے خلاف تھا کہ آپ نا اہل کیلئے خدا اور رسولؐ کے حکموں کو پس پشت ڈالکر اسکی اطاعت کو فرض سمجھتے۔ اور اپنی اولاد و لواحقین اور دوستوں کو فرماتے کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی نے یزید رضؓ کی بیعت توڑی یا ان کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تو یاد رکھو میرے اور اسکے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو جائیں گے۔ گویا آپؓ امیر المومنین یزید رضؓ کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں، بھائیوں اور دوستوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہیں

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ امیر یزید رضؓ کی بیعت توڑنے سے منع کرتے ہیں

بخاری میں سیدنا نافع رضؓ سے روایت ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ رضؓ کی بیعت توڑی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے اپنے لواحقین کو (بھائیوں بیٹوں رشتہ داروں اور دوستوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں نے آنحضور صلعم سے سنا ہے کہ ہر غدر کرنے والے کے لئے قیامت کے دن جھنڈا ہو گا اور سب عہد شکن اسکے نیچے کھڑے کئے جائیں گے۔ بیشک ہم نے اس شخص سے (امیر یزید رضؓ سے) اللہ اور اسکے رسولؐ کے نام پر بیعت کی ہوتی ہے۔ اور یقیناً اس سے بڑھ کر غداری اور بیوفائی کیا ہو گی کہ جس شخص سے خدا اور رسولؐ کے حکم کے مطابق بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ کی جائے بیشک اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم میں سے کسی نے اسکی بیعت توڑ دی ہے تو پھر میرے اور اسکے تعلقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائیں گے (صحیح بخاری پارہ ۲۹ کتاب الفتن)

سیدنا عبداللہؓ بن جعفر رضؓ امیر یزید رضؓ کے مداح تھے

سیدنا عبداللہ بن جعفر رضؓ طیار صحابی رضؓ بن صحابی رضؓ ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے۔ کیونکہ حضورؐ نے جعفر رضؓ طیار کی شہادت پر فرمایا تھا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اب ان کی پرورش میں کروں گا۔ لہٰذا ابن جعفر رضؓ آنحضور کے پروردہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خطابوں اور آنحضور صلعم کی بشارتوں میں شامل ہیں بخاری کی روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضؓ جب بھی ابن جعفر رضؓ کو ملتے تو سلام دعا میں فرماتے "کہ اے دو پروں والے کے بیٹے تجھ پر سلامتی ہو۔ (بخاری پارہ ۱۴ مناقب سیدنا جعفر رضؓ)

آپ سیدہ زینب بنت علی رضؓ کے خاوند ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ ابن جعفر رضؓ

نے امیر المومنین یزید رضؓ سے پہلے ولیعہدی کی، پھر خلافت کی بیعت کی اور آخر دم تک اس پر مستحکم رہے۔ آپ نے ایک دفعہ امیر المومنین یزید رضؓ سے واقعہ کربلا کے بعد فرمایا تھا۔ کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہ واقعہ بلاذری نے اس طرح بیان کیا ہے "عبداللہ بن جعفر رضؓ ایک دفعہ امیر المومنین یزید رضؓ کے پاس آئے، تو انہوں نے پوچھا کہ میرے والد ماجد آپ کو سالانہ کیا دیا کرتے تھے۔ ابن جعفر رضؓ نے کہا کہ ایک لاکھ۔ امیر یزید رضؓ نے کہا کہ میں نے اسے دگنا کیا۔ یہ سن کر ابن جعفر رضؓ نے کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اور یہ وہ قول ہے جو اس سے پہلے میں نے کسی سے نہیں کیا۔ امیر المومنین یزید رضؓ نے کہا کہ میں نے اسکو بھی دگنا کیا۔ ان کے خزانچی نے سن کر عرض کیا کہ کیا آپ ان کو چار لاکھ سالانہ دیں گے۔ امیر یزید رضؓ نے فرمایا وہاں، تم نہیں جانتے یہ اپنا مال تقسیم کر دیتے ہیں۔ آپ کو دینے کا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اہل مدینہ کو دے رہے ہیں (ص۳ جلد ۴ قسم ثانی کتاب الانساب الاشراف بلاذری)

امیر المومنینؓ کی عظمت

اہل نظر! کیا امیر المومنین یزید رضؓ کے ایسے سلوک سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ آپ کو مدینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حد سے زیادہ انس و محبت تھی وہ لوگ جو آپ پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ انصاف سے کہیں کہ امیر المومنین یزید رضؓ کو مدینہ رسول اور اہل مدینہ سے کس قدر محبت تھی۔

یہاں سبائی پروپیگنڈے کا ایک واقعہ پیش کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اہل بصیرت حضرات اس پر اچھی طرح غور فرمادیں کہ یہ لوگ حقیقت کی کس طرح بیخ کنی کرتے ہیں اسی بلاذری والی روایت کو ایک شیعہ طراز مذہب منطفری والے نے کس رنگ میں پیش کیا ہے اور کس طرح لوگوں کو حقیقت سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

در اصل یہ لوگ سب کو اپنے جیسا ہی سمجھتے ہیں۔

لکھتے ہیں (سیدنا) معاویہ رضؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفر رضؓ (جن کو دوسرے جوانان بنی ہاشم کے ساتھ جناب معاویہ رضؓ بڑے بڑے تحائف و وظائف عنایت فرمایا کرتے تھے) یزید رضؓ کے پاس تشریف لائے اور وظیفے کے لئے تقاضا کیا یزید رضؓ نے پوچھا کہ امیر المومنین معاویہ رضؓ آپکو سالانہ کیا دیا کرتے تھے۔ آپنے فرمایا خدا ان پر رحم کرے ہر سال دس لاکھ درہم۔ یزید رضؓ نے کہا اس ترحم کے بدلے جو آپنے ان پر کیا ہے۔ میں دس لاکھ درہم اور بھی دوں گا۔ عبداللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد میں یہ کلمہ کسی کے حق میں نہ کہوں گا۔ مگر تیرے حق میں (ص ۶۱ طراز مذہب مظفری مصطفوی طبع بمبئی بحوالہ التخیص الاذہان ص ۵۶۲ لاہور)

اہل حق قارئین! مہربانی فرما کر اس مضمون کو بار بار پڑھیں اور اچھی طرح غور فرما دیں کیونکہ اس مضمون کو کانٹ چھانٹ کرنے والوں نے بیوقوف دوست کا پارٹ ادا کیا ہے۔ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضؓ کی حد سے زیادہ توہین کی گئی ہے۔ اور آپ کو سچے مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک منافق مطلب پرست کے مقام پر لا کھڑا کیا گیا ہے۔ اہل حق اچھی طرح جانتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو دین اسلام دنیا کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ وہ تو دوسروں پر رحم کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن یہ سبائی ابن جعفر رضؓ کی طرف یہ کلمہ منسوب کر رہے ہیں کہ میں رحم کی درخواست کسی دوسرے کے لئے نہیں کرونگا۔ مگر تیرے لئے۔ کیوں؟ اسلئے کہ تو نے مجھے مال دیا ہے۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ابن جعفر رضؓ کون ہیں۔ آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اور آپ کے پروردہ آپ ہی سے تعلیم حاصل کرنے والے۔ لیکن طراز مذہب مظفری کے مطابق عقیدہ یہ ہے کہ جو مال و زر دے، اس پر تو خدا رحم کرے، اور باقی تمام لوگ

خدا کے غضب میں گرفتار ہوں۔ (اللہ اکبر سچ کہا ہے کسی نے کہ خدا بے وقوف دوستوں سے بچائے)

سیدنا عبداللہ رضؓ کو امیر یزید رضؓ کا تحفہ

ابن جعفر رضؓ چونکہ اپنا تمام اثاثہ خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔ اسلئے امیر المومنین نے فرمایا کہ ابن جعفر رضؓ کو دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہم خدا کی راہ میں دے رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ جب وظیفہ و عطیہ کی بیش بہا رقم لے کر ابن جعفر رضؓ یزید رضؓ کے پاس سے باہر گئے۔ تو مال و اسباب سے لدے ہوئے دو کوہانی (نجاتی) اونٹ کھڑے نظر آئے جو خراسان سے مال و ہدایا وغیرہ لے کر آئے تھے۔ ابن جعفر لوٹ کر امیر المومنین کے پاس گئے اور درخواست کی کہ مجھے تین ۳ نجاتی اونٹ عنایت فرمائے جائیں۔ امیر المومنین نے حاجب سے پوچھا کہ یہ کیسے اونٹ ہیں۔ حاجب نے عرض کیا، اے امیر المومنین یہ چار سو دو کوہانی اونٹ ہیں۔ جو ہمارے پاس خراسان سے مختلف قسم کے ہدایا لے کر آئے ہیں اور ان پر وہ سب مال لدا ہوا موجود ہے۔ امیر المومنین یزید رضؓ نے فرمایا، یہ سب اونٹ مع اس مال کے جو ان پر لدا ہوا ہے ابن جعفر رضؓ کو دیدیئے جائیں (البدایہ والنہایہ ص ۲۳۰ جلد ۸) اہل نظر قارئین! امیر المومنین یزید رضؓ کی پوزیشن سمجھنے کے لئے غلط عقیدت اور تعصب سے ہٹ کر غور کرنا چاہیئے۔ سیدنا عبداللہ آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اور آنحضور کے پروردہ و تعلیم یافتہ جیسے پاک طینت اور رحم دل انسان کے مقابلہ میں ہم بعد میں آنے والے تمام انسانوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ امیر المومنین یزید رضؓ تو سیدنا معاویہ رضؓ کاتب وحی کے لخت جگر اور جناب ام المومنین سیدہ ام حبیبہ کے بھتیجے۔ اور ام المومنین سیدہ حفصہ رضؓ کے بھتیجی داماد اور صحابہ کرام رضؓ کے امیر ہیں۔ اگر سیدنا عبداللہ رضؓ کسی حبشی نک کٹے کی اس طرح تعریف کرتے اور خوش ہو کر اس سے اپنی لخت جگر کا نکاح کر

دیتے۔ تو ہم اس سے بھی اسی عقیدت کے ساتھ پیش آتے۔ کیا اہل علم نہیں جانتے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضؓ اور سیدنا عمر فاروق رضؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بیٹیوں کا نکاح اس لئے کر دیتے ہیں کہ ان کے دل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حد سے زیادہ قدر و منزلت تھی۔ اور سیدنا علی رضؓ اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضؓ کی شادی سیدنا فاروق اعظم رضؓ سے اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ان کی حد سے زیادہ عزت کرتے تھے۔ جب صورتحال یہ ہے تو پھر سیدنا ابن جعفر رضؓ کا امیر المومنین سے اپنی لخت جگر نیک اختر کا نکاح کر دینا۔ اور آپ کے حق میں یہ کہنا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ثابت کرتا ہے کہ ابن جعفر رضؓ امیر یزید رضؓ کو حد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے لہٰذا امیر المومنین یزید رضؓ کو برا کہنا یا امیر کی عزت نہ کرنے کا لازمًا یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ سیدنا عبداللہ بن جعفر رضؓ بالکل کمزور ایمان کے انسان تھے جو دنیاوی فائدہ اٹھانے کی خاطر ایک غلط کار کی تعریفیں کرتے تھے۔

سیدنا علی رضؓ کے لائق اور بہادر فرزند محمد بن حنیفہ رحؒ نے سیدنا حسین رضؓ کا ساتھ نہ دیا

سیدنا محمد بن علی رضؓ بہت ہی بہادر و لائق اور بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ اتحادِ ملی کے حامی اور اسلام میں تفرقہ بندی کے سخت مخالف تھے۔ شیعہ مورخ ابن حنیفہ رضؓ کے متعلق اسی طرح لکھتے ہیں "محمد بن علی رضؓ علم و زہد و عبادت اور شجاعت میں اپنے زمانے کی ایک بہت ہی بلند شخصیت کے مالک تھے۔ اور علی رضؓ بن ابی طالب کی اولاد میں حسن رضؓ و حسین رضؓ کے بعد سب سے افضل تھے۔" (صفحہ ۳۲۴ عمدة الطالب فی الانساب آل ابی طالب طبع لکھنو) دوسرا مورخ اس طرح لکھتا ہے۔ محمد بن حنفیہ صلاح و تقویٰ میں نمایاں زہد و عبادت میں ممتاز علم و فضل میں بلند مرتبہ اور باپ کی شجاعت کے وارث تھے۔ جمل و صفین میں ان کے کارناموں نے

ان کی شجاعت و بے جگری کی ایسی دھاک عرب پر بٹھا دی تھی کہ اچھے اچھے شہ زور آپ کے نام سے کانپ اٹھتے تھے۔" (حواشی صفحہ ۹۶ نہج البلاغہ اردو)

اہل نظر کو غور کرنا چاہئے کہ سیدنا محمد بن علی رضؓ نے جو اولاد علی رضؓ میں سے زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ اور شجاعت و بہادری میں تمام عرب کے شہ زور جن سے کانپتے تھے۔ کیوں انہوں نے باوجود سیدنا حسین کے بار بار اصرار کرنے کے بھی کوفہ جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ سیدنا حسین رضؓ نے اس مہم میں ساتھ دینے کے لئے آپ پر بڑا زور دیا، یہاں تک کہا گیا کہ اگر آپ خود نہیں ساتھ دیتے تو پھر اپنی اولاد ہی کو اجازت دیں کہ وہ میرے ساتھ چلیں۔ مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا (صفحہ ۱۶۵ جلد ۸ البدایہ والنہایہ)

اہل بصیرت کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سی طاقت وکشش تھی جو ابن حنفیہ کو امیر المومنین یزید رضؓ کے خلاف اٹھنے سے روکتی تھی بلکہ امیر کی تعریفیں کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ آپ بزدل اور کمزور بھی نہ تھے۔ اور آپ کا ایمان بھی ہماری طرح کمزور نہ تھا کہ ڈرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔ آخر کیوں آپ عبداللہ بن مطیع وغیرہ کو امیر المومنین یزید رضؓ کی بیعت توڑنے کا سختی سے جواب دیتے ہیں۔

امیر المومنین یزید رضؓ کی بیعت توڑنے سے انکار

مورخ بلاذری نے عبداللہ بن مطیع وغیرہ کے ساتھ آپ کے سوال و جواب اس طرح نقل کئے ہیں" عبداللہ بن مطیع ایک وفد لے کر محمد بن حنفیہ رحؒ کے پاس آئے اور کہا کہ یزید رضؓ کی بیعت توڑ کر ہمارے ساتھ اس کے خلاف لڑنے کو نکلو۔